www.KitaboSunnat.com

(پہلا باب)

حکم کے مباحث

پہلی فصل

حکم اور اس کی اقسام

پہلا مبحث:

حکم کی تعریف اور اس کی اصلی اقسام

۱۷۔ شرعی حکم کی معرفت ہی علم فقہ اور اس کے اصول کا مقصد ہے لیکن علم اصول اس کی طرف ایسے قواعد اور منہج وضع کرنے کی جہت سے دیکھتا ہے جو کہ اس تک پہنچانے والے ہوں اور علم فقہ اس کی طرف جن اشیاء کو شرعی حکم پر باخبر ہونے کے لیے علم اصول نے وضع کیا ہے ان کی تطبیق کرتے ہوئے بالفعل اس کو استنباط کرنے کے اعتبار سے دیکھتا ہے۔

اہل اصول کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایسا خطاب جو اقتضاء یا تخییر یا وضع کے اعتبار سے مکلّف (پابندِ حکم) کے افعال سے متعلق ہو۔ ❶

اللہ تعالیٰ کے خطاب سے مقصود: اس کا ایسا کلام جو براہ راست ہو اور وہ قرآن کریم ہے یا (ایسا کلام جو) بالواسطہ ہو اور وہ جس کا مرجع و مصدر اس کا کلام ہو۔ خواہ سنت ہو یا اجماع اور تمام وہ شرعی ادلہ جن کو شارع نے اپنے حکم کی پہچان کے لیے قائم کیا ہے۔

رہی سنت: اور وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ سے بطور تشریع صادر ہوئی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے کلام کی طرف پلٹ آتی ہے کیونکہ وہ کلام کا ہی بیان (تفصیل) ہے اور وہ آپ کی طرف اللہ تعالیٰ کی وحی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ۝﴾ (النجم:۳-۴)

''اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری

---

❶ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت: ۱/ ۱٤. اس کے مولف محب اللہ بن عبدالشکور اور شارح عبدالعلی محمد بن نظام الدین الانصاری ہیں۔ نیز شوکانی کی ارشاد الفحول ص ۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے۔''

اور اجماع کے لیے کتاب وسنت سے دلیل ضروری ہے اس لیے وہ بھی اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی کلام کی طرف پلٹ آتا ہے۔

اور تمام شرعی ادلہ اس طرح ہی ہیں اور وہ تمام کی تمام اللہ تعالیٰ کے خطاب اور شرعی حکم کو ظاہر کرنے اور اس پر مطلع کرنے والی ہیں، نہ کہ اس کو برقرار رکھنے اور ثابت کرنے والی۔

اور اقتضاء سے مراد: طلب ہے خواہ وہ فعل کو کرنے کی طلب ہو یا ترک فعل (نہ کرنے) کی طلب ہو، پھر خواہ طلب کی یہ دونوں قسمیں بر سبیل الزام ہوں یا بر سبیل ترجیح ہوں۔ ❶

اور تخییر سے مراد: شیء کے کرنے اور نہ کرنے کو برابر قرار دینا، دونوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیئے بغیر، ان میں سے ہر ایک کو مکلّف (پابند حکم) کیلئے حلال و جائز قرار دینا۔

وضع سے مراد: ایک چیز کو دوسری کا سبب یا اس کے لیے شرط یا اس سے مانع (رکاوٹ) بنا دینا ہے۔ ❷

پس اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ (المائدة: ١)

''اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔''

شرعی حکم ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا خطاب ہے جو مکلفین ❸ کے افعال میں سے ایک فعل سے تعلق رکھتا ہے اور وہ جہتِ طلب پر عہد و پیمان کو پورا کرنا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (الاسراء: ٣٢)

''خبردار زنا کے قریب بھی نہ جانا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔''

شرعی حکم ہے کیونکہ وہ شارع کا خطاب ہے جس کے ذریعے فعل سے رک جانے کو طلب

---

❶ طلب فعل امر کو اور طلب ترک فعل نہی کو کہتے ہیں۔ (محمد اسلم)

❷ اور شیء کو صحیح یا باطل یا فاسد کے وصف سے موصوف کرنا بھی اس کے ساتھ ملحق ہو گا، جیسا کہ اس کا بیان آگے اپنی جگہ آ رہا ہے۔

❸ مکلف بالغ عاقل ہوتا ہے اور اس کو محکوم علیہ (جس پر حکم لگایا جائے) کہا جاتا ہے، جیسا کہ اس کا بیان بعد میں آئے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیا گیا ہے اور وہ زنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ إِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا﴾ (المائدة: ۲)

''ہاں جب تم احرام اتار ڈالو تو شکار کر سکتے ہو۔''

شرعی حکم ہے کیونکہ وہ شارع کی طرف سے احرام سے حلال ہو جانے کے بعد شکار کرنے کے مباح اور جائز ہونے کا خطاب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ﴾ (الجمعة: ۱۰)

''پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ۔''

شرعی حکم ہے کیونکہ وہ شارع کی طرف سے نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد زمین میں پھیل جانے کے مباح اور جائز ہونے کا خطاب ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾

(آل عمران: ۹۷)

''اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر بیت (اللہ) کا حج فرض ہے (اس پر) جو اس تک سفر کی استطاعت رکھے۔''

شرعی حکم ہے کیونکہ وہ شارع کی طرف سے مکلفین پر حج کے واجب ہونے کا خطاب ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا﴾ (المائدة:۳۸)

''چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔''

شرعی حکم ہے کیونکہ وہ شارع کی طرف سے چوری کو چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کا سبب بنا دینے کا خطاب ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ﴾ (الاسراء: ۷۸)

''نماز کو قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر......''

شرعی حکم ہے کیونکہ وہ شارع کی طرف سے آفتاب کے ڈھلنے کو نماز کے واجب ہونے کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب بنا دینے کا خطاب ہے۔ ❶

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيقَ))

''تین افراد سے قلم اٹھا لیا گیا ہے، سونے والے سے اس کے بیدار ہونے تک، بچے سے اس کے بالغ ہونے تک، پاگل سے اس کے ہوش میں آنے تک۔''

شارع کی طرف سے نیند، بچپن اور پاگل پن کے امور کو تکلیف (پابندی) کے عائد ہونے سے مانع (رکاوٹ) بنا دینے کا خطاب ہے۔

۱۸۔ حکم کی اہل اصول کے نزدیک ذکر کردہ تعریف سے دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں:

پہلی بات: اللہ تعالیٰ کا ایسا خطاب جس کا تعلق مکلفین کے افعال سے نہ ہو اہل اصول کے نزدیک اس خطاب کا نام حکم نہیں رکھا جائے گا، جیسے اس کا وہ خطاب جو اس کی ذات اور اس کی صفات سے متعلق ہو، اس کی مثال اس کا یہ فرمان ہے:

﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (البقرة: ٢٨٢)

''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

اور اس کا وہ خطاب جس کا تعلق اس کی پیدا کردہ جمادات کے ساتھ ہو، جیسے اس کا فرمان ہے:

﴿وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ﴾ (الاعراف: ٥٤)

''اور سورج اور چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔''

اور اس کا فرمان ہے:

﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝﴾ (النبأ: ٦-٧)

''کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟''

اور اسی طرح اس کا وہ خطاب جو مکلفین کے افعال سے متعلق ہو مگر طلب اور تخییر اور وضع کے طور پر نہ ہو، جیسا کہ قرآنی قصوں کا خطاب، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

---

❶ دلوک شمس کا مطلب سورج کا آسمان میں پھرنا اور اس کا غروب کی طرف مائل ہونا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَيَغْلِبُوْنَ٥ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ٥﴾ (الروم: ۱-٤)
"آلمّ رومی مغلوب ہو گئے ہیں نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے چند سال میں ہی۔"

اور جیسا کہ اس کا وہ خطاب جس میں اس نے اپنی مخلوقات کی تخلیق کے متعلق خبر دی ہو، جیسے اس کا فرمان ہے:

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ٥﴾ (الصافات: ۹٦)
"حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔"

دوسری بات: حکم اہل اصول کے نزدیک بذات خود اللہ تعالیٰ کا خطاب ہے، یعنی شرعی نصوص کی اپنی ذات (حکم ہے)، لیکن فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک وہ اس خطاب کا اثر ہے، یعنی حکم وہ ہے جس پر یہ خطاب مشتمل ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى﴾ (الاسراء: ۳۲) اہل اصول کے نزدیک حکم ہے، مگر فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک اس خطاب کا اثر حکم ہے، یعنی وہ جس پر یہ شرعی نص مشتمل ہے اور وہ ہے زنا کا حرام ہونا۔

۱۹۔ شرعی حکم کی اقسام:

اہل اصول کے نزدیک شرعی حکم دو قسموں میں منقسم ہے: ❶

پہلی قسم۔ تکلیفی حکم: وہ ہے جو فعل کی طلب یا اس کے ترک یا ان دونوں کے درمیان اختیار رکھنے کا تقاضا کرتا ہو۔ شرعی حکم کی اس قسم کا نام تکلیف اس بنا پر ہے کہ اس کے اندر انسان پر کِلْفَتْ (یعنی صعوبت و مشقت) ہوتی ہے، سو یہ وجہ وہاں تو ظاہر ہے جہاں فعل کی طلب ہو یا اس کا ترک مطلوب ہو لیکن جس میں کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دیا گیا ہو اس کو بھی تکلیفی قسم

---

❶ بعض اصولیوں نے حکم کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے:
أ۔ اقتضائی حکم: وہ ہے جو فعل کی طلب یا اس کے ترک کی طلب کا تقاضا کرے۔
ب۔ تخییری حکم: وہ ہے جو فعل کے کرنے اور نہ کرنے کے درمیان اختیار رکھنے کا تقاضا کرے۔
ج۔ وضعی حکم: وہ ہے جو ایک چیز کو دوسری چیز کا سبب یا اس کے لیے شرط یا اس سے مانع بنا دے۔ (الآمدی: ۱/۱۳۷)
اور یہ تقسیم زیادہ باریکی والی ہے اور حکم کی تعریف کے تقاضے کے عین مطابق ہے لیکن ہم نے اہل اصول کی اکثریت کی راہ پر چلتے ہوئے دو قسمیں تقسیم اختیار کی ہے، کیونکہ وہی ان کے ہاں مشہور و معروف ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنانے کی وجہ نرمی اور اغلبیت ہوسکتی ہے یا اصطلاح (کسی مفہوم کی ادائیگی کیلئے خاص لفظ مقرر کرنا) کا تقرر اس کی وجہ ہوسکتا ہے اور اصطلاح کے قائم کرنے میں کوئی ممانعت نہیں، یا کہا جا سکتا ہے کہ مباح (یعنی تخییری حکم) کو تکلیفی احکام کی اقسام میں شمار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مکلّف (پابند حکم) کے ساتھ مختص ہے یعنی اباحت اور کرنے یا نہ کرنے کا اختیار صرف اس کیلئے ہوسکتا ہے جس کو فعل یا ترک فعل کا پابند کرنا درست ہو، سو اباحت کو تکلیف (پابندی) والے احکام میں شامل کرنے کی یہ وجہ ہے، نہ کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مباح مکلّف (پابندی والا حکم) ہے۔ [1]

دوسری قسم: وضعی حکم: وہ ہوتا ہے جو ایک چیز کو دوسری چیز کا سبب، یا اس کی شرط یا اس سے مانع بنانے کا تقاضا کرے اور شرعی حکم کی اس قسم کا نام وضعی اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ حکم دو چیزوں کے درمیان سببیت یا شرطیت سے یا مانعیت کا ایسا ربط استوار کرتا ہے جس کی وضعیت شارع کی جانب سے ہے، یعنی اس کے بنانے سے ہے۔ یعنی شارع نے بذات خود ایک کو دوسری کا سبب یا اس کی شرط یا اس کا مانع بنایا ہے۔ اور ان دونوں قسموں کی مثالیں گزر چکی ہیں۔

۲۰۔ تکلیفی حکم اور وضعی حکم کے درمیان فرق:

أ۔ تکلیفی حکم: مکلّف (پابند حکم) کے لیے چیز کے کرنے یا اس کے ترک کرنے یا کرنے اور نہ کرنے میں اباحت (اختیار و جواز) کا تقاضا کرتا ہے۔

جبکہ وضعی حکم ایسی کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ اس سے مقصود ہی صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس چیز کو بیان کرے جسے شارع نے دوسری چیز کے وجود کا سبب یا اس کی شرط یا اس سے مانع بنا دیا ہوتا کہ مکلّف (پابند حکم) پہچان سکے کہ کب شرعی حکم ثابت (یعنی موجود) ہوگا اور کب اس کی نفی ہوگی تا کہ وہ اپنے معاملے میں مکمل طور پر آگاہ ہو۔

ب۔ تکلیفی حکم: میں مکلّف جس کام کا پابند کیا جاتا ہے وہ ایسا کام ہوتا ہے جس کے کرنے اور نہ کرنے کی استطاعت مکلّف (پابند حکم) رکھتا ہے، بنا بریں وہ کام اس کی قدرت واستطاعت کے دائرے میں داخل ہوتا ہے کیونکہ تکلیف (پابندی) کا مقصد یہ ہے کہ مکلّف کو جس کام کی تکلیف دی گئی ہے وہ اسے کر سکے لیکن جب وہ اس کی استطاعت سے باہر ہوگا تو

---

[1] المسودة في اصول الفقه لآل تيمية: ص ٣٦.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا پابند کرنا لغو ٹھہرے گا جس سے حکمت والا شارع پاک ہے اور اسی بنا پر شریعت کے قواعد میں سے ہے کہ تکلیف بساط کے بغیر نہیں ہوتی۔

جہاں تک وضعی حکم ہے تو اس کی وضعیت (ساخت) میں یہ شرط نہیں کہ وہ حکم مکلّف کی بساط میں ہو، اسی بنا پر وضعی احکام کچھ ایسے ہیں جو مکلّف کی بساط میں ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ جو اس کی بساط سے باہر ہیں، لیکن اس کے باوجود جب یہ پائے جائیں تو اس پر ان کا اثر مرتب ہوتا ہے۔

وضعی احکام مکلّف کی بساط میں ہیں ان میں سے چوری ہے، زنا ہے اور تمام جرائم ہیں، سو شارع نے ان کو ان کے نتائج کے اسباب بنا دیا ہے، مثلاً چوری چور کے ہاتھ کو کاٹ ڈالنے کا سبب ہے، زنا زانی کو حد لگانے یا اس کو رجم کر ڈالنے کا سبب ہے اور باقی جرائم بھی اسی طرح ہیں۔

تمام معاملات اور اختیارات اسی طرح ہیں، اس لیے وہ بھی اپنے شرعی اثرات کے اسباب ہیں، چنانچہ خرید وفروخت نقل مالکیت کا سبب ہے، نکاح زوجین کے لیے حلال ہونے کا اور دونوں پر حقوق کے مرتب ہونے کا سبب ہے، دو گواہوں کی موجودگی نکاح کی صحت کے لیے شرط ہے، وضو نماز کے لیے شرط ہے، تو نکاح بلا گواہوں کے صحیح نہ ہوگا اور نماز بلا وضو کے صحیح نہ ہوگی، وارث کا اپنے وارث بنانے والے کو قتل کر دینا اس کے وراثت کا حق دار ہونے سے مانع ہے۔ اور اسی طرح جس کے لیے وصیت کی گئی اس کا وصیت کرنے والے کو قتل کر دینا وصیت کے نفاذ سے مانع ہے۔

اور جو وضعی احکام مکلّف کی بساط سے باہر ہیں ان میں سے ماہ رمضان کا ورود ہے اور وہ روزوں کے واجب ہونے کا سبب ہے اور سورج کا زوال ہے جو نماز کے وجوب کا سبب ہے اور قرابت ہے جو وراثت کا سبب ہے اور یہ تمام کے تمام مکلّف کی بساط سے باہر ہیں اور نوجوانی کو پہنچنا نفس پر سرپرستی کے اختتام کی شرط ہے اور انسان کا سن شعور کو پہنچنا اس کے بعض تصرفات کے نفاذ کے لیے شرط ہے اور نوجوانی اور سن شعور میں سے ہر ایک کی پہنچ مکلّف کی بساط سے باہر ہے اور والدیت مانع ہوگی والد کے قتل سے جب وہ دیدہ و دانستہ اپنے بچے کو قتل کر دے۔ جنون مانع ہے مجنون کے عقدوں کے انعقاد کی تکلیف (پابندی) سے اور جس کے لیے وصیت کی جائے اس کا وارث ہونا اکثر فقہاء رحمہم اللہ کی رائے کے مطابق وصیت کے نفاذ سے مانع ہوگا اور یہ تمام کے تمام موانع مکلّف (پابند حکم) کی بساط سے باہر ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مبحث:

تکلیفی حکم کی اقسام

۲۱۔اہل اصول کا بڑا حصہ [1] تکلیفی حکم کو پانچ اقسام میں تقسیم کرتا ہے:

پہلی قسم۔ ایجاب: شارع کا حتمی اور لازمی طور پر فعل کو طلب کرنا اور مکلّف کے فعل پر اس کا اثر وجوب کہلاتا ہے اور اس ضابطہ پر مطلوب فعل واجب کہلاتا ہے۔

دوسری قسم۔ ندب: شارع کا فعل کو طلب کرنا جو ترجیح کے طور پر ہو لازمی ٹھہرانے کے طور پر نہ ہو، مکلّف کے فعل پر اس کا اثر بھی ندب ہی کہلاتا ہے اور اس ضابطہ سے طلب کردہ فعل کو مندوب کہتے ہیں۔

تیسری قسم۔ تحریم: شارع کا فعل سے باز رہنے کو قطعی طور پر طلب کرنا، مکلّف کے فعل پر اس کا اثر حرمت کہلاتا ہے اور جس فعل کا ترک مطلوب ہو وہ فعل حرام یا محرم کہلاتا ہے۔

چوتھی قسم۔ کراہت: شارع کا فعل سے باز رہنے کو طلب کرنا جو ترجیح کے طور پر ہو، قطعی طور پر نہ ہو، مکلّف کے فعل پر اس کا اثر کراہت ہی کہلاتا ہے اور جس فعل کا ترک اس ضابطہ سے مطلوب ہو وہ فعل مکروہ کہلاتا ہے۔

پانچویں قسم۔ اباحت: شارع کا مکلّف کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دے دینا ایک کو دوسرے پر ترجیح (فوقیت) دیئے بغیر۔

اور اس سے ہمارے لیے واضح ہوتا ہے کہ جس فعل کا وجود میں لانا مقصود ہوتا ہے اس کی دو قسمیں (واجب اور مندوب) ہیں، اور جس فعل کا ترک مطلوب ہو اس کی بھی دو قسمیں (حرام اور مکروہ) ہیں، اور جس فعل کے کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دے دیا گیا ہو اس کی ایک قسم ہے اور وہ ہے مباح۔

ہم جلد آگے متصل ہی ان میں سے ہر قسم پر الگ الگ مطالب (موضوعات) میں گفتگو کریں گے۔

---

[1] احناف نے اسے سات اقسام میں تقسیم کیا ہے: (۱) فرض، (۲) واجب، (۳) ندب، (۴) تحریم، (۵) کراہت تحریمی، (۶) کراہت تنزیہی، (۷) اباحت۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا مطلب۔ واجب:

۲۲۔شرع کے لحاظ سے واجب:

وہ فعل ہے جسے شارع ایسے قطعی طور سے طلب کرے کہ اس کو نہ کرنے والے کی مذمت کی جائے اور مذمت کے ساتھ سزا ہو اور اس کو کرنے والے کی تعریف کی جائے اور تعریف کے ساتھ ثواب ہو۔ ❶

فرض کا حتمی ہونا یا لازمی ہونا (یا تو) طلب کے صیغہ سے حاصل کیا جاتا ہے جیسے خالص امر کا صیغہ ہے جو کہ وجوب پر دلالت کرتا ہے، یا فعل کے ترک کرنے پر سزا کے مرتب ہونے سے (حاصل کیا جاتا) ہے۔ پس نماز کا قائم کرنا، والدین سے نیکی کرنا، عہدوں کو پورا کرنا اور ان کے مانند تمام ایسے افعال جو واجب ہیں اور جن کا التزام شارع نے مکلّف کے لیے لازمی قرار دیا ہے اور ان کے ترک کرنے پر سزا مقرر کی ہے۔

اور واجب: جمہور کے نزدیک فرض ہی ہے، اس لیے دونوں مساوی ہیں، نہ دونوں کے حکم میں فرق ہے نہ معنی میں اور دونوں کا اطلاق اس فعل پر کیا جا سکتا ہے جس کا کرنا لازمی ہو اور نہ کرنے پر عقوبت ہو۔ ❷

جہاں تک احناف ہیں تو وہ فعل کو لازمی ثابت کرنے والی دلیل کی جہت کے اعتبار سے ان دونوں میں فرق کرتے ہیں، اگر دلیل ظنی ہو، قطعی نہ ہو، جیسے وہ خبر آحاد جس سے قربانی کا وجوب ثابت ہوتا، تو ایسا فعل واجب ہے اور اگر دلیل قطعی ہو، ظنی نہ ہو، جیسے مکلّف پر نماز کے لازمی ہونے پر قرآن کی نصوص، تو ایسا فعل فرض ہے۔

سو احناف نے لازم ٹھہرانے والی دلیل کو پیش نظر رکھا ہے اور واجب اور فرض کا کہہ دیا ہے۔ اور جمہور نے مکلّف پر فعل کے لازم ٹھہرائے جانے کو پیش نظر رکھا ہے، قطع نظر اس سے

---

❶ الاحکام لابن حزم: ۳۲۱/۳. ❷ المسودة فی اصول الفقه: ص ۵۰. ابن عقیل حنبلی نے امام احمد سے ایک روایت بیان کی ہے کہ فرض وہ ہے جس کو قرآن لازم کر دے اور واجب وہ ہے جس کو سنت لازم قرار دے اور اس روایت کی بنا پر حنابلہ احناف کی رائے سے انتہائی قریب ہیں اگرچہ وہ فرض اور واجب میں فرق کرنے میں ان کی مانند نہیں ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کی دلیل قطعی ہے یا ظنی ہے، تو انہوں نے واجب اور فرض کے درمیان فرق نہیں کیا بلکہ ان دونوں کو ایک ہی چیز کے دو نام قرار دیا ہے۔ احناف کے نزدیک یہ فرق اپنا اثر رکھتا ہے، کیونکہ لزومیت واجب میں فرض کی بنسبت کم ہے جس کی بنا پر ترک واجب کی سزا ترک فرض کی سزا سے کم ہے، جس کے مطابق فرض کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا اور واجب کے منکر کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا۔

اور جو ہمارے اوپر منکشف ہوا وہ یہ ہے کہ یہ اختلاف لفظی ہے، حقیقی نہیں ہے، احناف جمہور کے ساتھ اس بات پر متفق ہیں کہ فرض واجب کی مانند ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کی ادائیگی مطلوب ہے اور اس کو ترک کرنے والا مذمت اور سزا کا مستحق ہے۔

اور جمہور احناف کے ساتھ اس بات پر متفق ہیں کہ جس فعل کا کرنا لازمی اور حتمی طور پر مطلوب ہو تو کبھی اس کی دلیل قطعی ہوتی ہے اور کبھی اس کی دلیل ظنی ہوتی ہے اور یہ کہ پہلی چیز کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔ ❶

لیکن اس کے باوجود جمہور فرض اور واجب کو برابر ٹھہراتے ہیں کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک مکلّف پر لازم ہے اور اس کے ترک کرنے والے کی مذمت اور سزا واجب ہے اور اتنی بات ان دونوں کے ایک چیز ہونے کے لیے کافی ہے۔

اور رہا دلیل کے الزام کی قوت اور سزا کی شدت کا پیش نظر ہونا اور دونوں میں سے ایک کے منکر کا کافر ہونا سوائے دوسرے کے جو کہ واجب ہے تو یہ امور مکلّف پر لازم ہونے والے فعل کی حقیقت و ماہیت سے اور اس کا نام واجب رکھے جانے سے خارج ہیں اور تمام متفق ہیں کہ وہ فعل شارع کے خطاب کا ایسا تقاضا ہے جس تقاضے نے اس کا کیا جانا حتمی اور لازمی طور پر طلب کیا ہے۔

تب اختلاف لفظی رہ جاتا ہے جو تفصیلی دلیل کے زیر بحث آ کر فقہی اعتبار بن جاتا ہے، نہ وہ اہل اصول کے درمیان کا اختلاف رہتا ہے اور نہ ہی فقہاء رحمہم اللہ کے درمیان کا حقیقی اختلاف رہتا ہے۔ ❷

---

❶ المستصفیٰ للغزالی: ١/٦٦.

❷ سلم الوصول للعلامة محمد بخيت المطيعي: ١/٧٦.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۳۔ واجب کی اقسام:

واجب مختلف اعتبارات کی وجہ سے متعدد اقسام میں تقسیم ہے۔ چنانچہ ایک تقسیم ادائیگی کے وقت کے اعتبار سے ہے، دوسری تقسیم مقدار اور عدم مقدار کے اعتبار سے ہے، تیسری تقسیم تعیین اور عدم تعیین کے اعتبار سے ہے اور چوتھی تقسیم طلب کے مخاطب کے اعتبار سے ہے۔

آگے ہم ان تقسیمات میں سے ہر قسم کے متعلق بات کریں گے۔

۲۴۔ واجب ادائیگی کے وقت کے پیش نظر:

اس اعتبار سے وہ واجب مطلق اور واجب مقید میں تقسیم ہے۔

واجب مطلق: وہ ہے جس کے فعل کی ادائیگی کو معین وقت کے ساتھ مقید کیے بغیر شارع نے طلب کیا ہو، اس لیے مکلف کو اختیار ہے جس وقت چاہے اس کو کر لے، اس کی ادائیگی پر اس کا ذمہ بری ہو جائے گا اور اس پر تاخیر کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہو گا لیکن چاہیے کہ وہ ادائیگی میں جلدی کر لے کیونکہ وقت مقرر نا معلوم ہے اور انسان نہیں جانتا کہ کب اس پر موت کی مصیبت نازل ہو جائے۔

اور اس قسم سے رمضان کی قضاء ہے، اس شخص کے لیے جس نے جائز عذر کی بنا پر (روزے) کو چھوڑ دیا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ کسی خاص سال کی پابندی کے بغیر جب چاہے اس کی قضا دے لے، کیونکہ فقہاء رحمہم اللہ کے ایک گروہ نے اسے اختیار کیا ہے، جیسے حنفیہ ہیں ان کے علاوہ یہ مؤقف نہیں ہے۔

اور جیسے قسم توڑ ڈالنے والے پر واجب شدہ کفارہ ہے تو اس شخص کو اختیار ہے کہ وہ اس کے فوراً بعد کفارہ ادا کر دے یا کچھ وقت کے بعد (کفارہ دے دے)۔

اور جیسے حج ہے: حج ہر صاحب استطاعت پر واجب ہے، وقفہ کے ساتھ نہ کہ فوری طور پر، اس لیے اس کو اختیار ہے کہ اپنی زندگی کے جس سال میں چاہے حج کر لے۔

واجب مقید: وہ ہے جس کے فعل کو شارع نے طلب کیا ہو اور اس کی ادائیگی کے لیے وقت کی حدود متعین کی ہوں جیسے پانچوں نمازیں، رمضان کے روزے، اس بنا پر مقررہ وقت سے پہلے واجب مقید کی ادائیگی جائز نہیں، اور جائز عذر کے بغیر اس کو اس کے وقت سے مؤخر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے پر بندہ گناہ گار ہوگا۔

الزامیت (پابندی وتکلیف) کا تعلق واجب مقید میں فعل اور معین وقت دونوں سے ہے اور واجب مطلق میں فقط فعل سے ہے معین وقت سے نہیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جب مکلّف واجب کو اس کے وقت میں اس کی صحیح اور کامل صورت کے ساتھ کرے تو اس کے ایسے فعل کا نام اداء رکھا گیا ہے اور جب وہ اسے اس کے معین وقت میں ناقص طور پر کرے پھر اسے اسی وقت کامل طور پر لوٹائے تو اس کے دوسری بار کے فعل کا نام اعادہ رکھا گیا ہے اور جب وہ اسے اس کے وقت کے بعد کرے تو اس کے ایسے فعل کا نام قضاء رکھا جاتا ہے۔ [1]

۲۵۔ واجب: (مقدار اور عدم مقدار کے پیش نظر)

واجب سے مطلوب مقدار کے اعتبار سے اس کی واجب محدد اور واجب غیر محدد میں تقسیم کی جاتی ہے۔

واجب محدد: وہ ہے کہ اس میں سے شارع نے معین مقدار مقرر کی ہو جیسے زکوٰۃ، خرید و فروخت کی اشیاء کی قیمتیں، اور دِیَّتیں وغیرہ۔

اور یہ قسم ذمہ (حقوق) سے تعلق رکھتی ہے اور قضا یا باہمی رضا مندی پر موقوف کیے بغیر اس کی ادائیگی کا مطالبہ درست ہوگا کیونکہ وہ اپنی ذات میں معین ہے اور مکلّف کا ذمہ صرف اسی صورت بری ہوگا کہ وہ اس کو اسی انداز سے ادا کرے جس انداز سے شارع نے اس کو مقرر کیا ہے اور وہ مکلّف کے ذمہ ثابت ہوا ہے۔

واجب غیر محدد: وہ ہے جس کی شارع نے مقدار مقرر نہیں کی جیسے فی سبیل اللہ خرچ کرنا (زکوٰۃ کے علاوہ)، اس کی حد مقرر نہیں ہے بلکہ محتاج کی حاجت اور خرچ کرنے والے کی طاقت کے مطابق ہی اس کی حد مقرر ہوگی، سو جن پر فقیر کی حاجت پوری کرنا متعین ہو جائے اس پر واجب جو ہے وہ غیر محدد لازم ہے اور اس پر لازم ہوگا کہ وہ فقیر پر اس قدر خرچ کرے جس سے اس کی حاجت پوری ہو جائے۔

---

[1] تنقیح الاصول الی علم الاصول للعلامۃ الحلی، و تسهیل الوصول الی علم الاصول للشیخ عبدالرحمن المخلاوی ص ۲۷۶.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں سے نیکی پر تعاون کرنا بھی ہے یہ بھی واجب غیر محدد ہے اور اس کی مقدار اس نیکی کی نوعیت مقرر کرے گی جس نیکی کے وجود میں لانے کے لیے مکلّف پر تعاون کرنا لازم ٹھہرتا ہے۔

واجب کی یہ قسم بطور قرض حقوق میں ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ذمہ میں ثابت ہونے والی چیز کی خاصیت ہے کہ وہ محدد ہو، اسی بنا پر بعض فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک جیسے حنفیہ بیوی کا نفقہ خاوند کے ذمہ اس کے حکم سے قبل یا اس پر باہمی رضامندی سے قبل ثابت نہیں ہوگا کیونکہ نفقہ ان دونوں حالتوں سے قبل تحدید شدہ نہیں ہوتا جس سے وہ ذمہ پر ثابت نہیں ہوگا، لہٰذا قاضی کے حکم یا باہمی رضامندی سے پہلے کی مدت کے نفقہ کا مطالبہ درست نہیں ہوگا، اور بعض دیگر فقہاء رحمہم اللہ جیسے شافعیہ وغیرہ کے نزدیک بیوی کا خرچ بطور قرض خاوند کے ذمہ اس وقت سے ثابت ہوگا جب سے اس نے روک دیا، کیونکہ ان کے نزدیک یہ خرچ واجب محدد (حد بندی والا واجب) ہے اس کی مقدار خاوند کی حالت کے مطابق محدود کی جائے گی اور اسی بنا پر بیوی کو حق حاصل ہوگا کہ وہ اس مدت کے خرچ کا مطالبہ کر سکتی ہے جو مدت خاوند کے خرچ کو روک لینے سے لے کر قاضی کے فیصلہ یا باہمی رضامندی تک کے درمیان ہو، عراق کا شخصی (ذاتی) قانون نمبر ۸۸ سن ۱۹۵۹ام اسی کے مطابق ہے۔ [1]

۲۶۔ واجب: (مطلوب کے تعین اور عدم تعین کے پیش نظر)

وہ اس اعتبار سے واجب معین اور واجب غیر معین میں تقسیم ہے۔

واجب معین: وہ ہے جسے شارع نے مختلف امور کے درمیان مکلّف کو اختیار دیئے بغیر طلب کیا ہو، جیسے نماز، روزے اور غصب شدہ چیز اگر صحیح سلامت ہو تو اس کا واپس کرنا اور اس قسم کا حکم یہ ہے کہ بعینہٖ اس کو کیے بغیر ذمہ بری نہیں ہوگا۔

واجب غیر معین: وہ ہے جسے شارع نے معین طور پر خاص کیے بغیر طلب کیا ہو لیکن وہ چند معلوم شدہ امور پر مشتمل ہو اور مکلّف کے لیے جائز ہو کہ وہ اس واجب کی ادائیگی کے لیے ان امور میں سے کسی ایک کو اختیار کر لے۔

---

[1] الفقرة الرابعة من المادة: ٢٤، تعتبر نفقة الزوجة غير الناشز دينا فى ذمة زوجها من وقت امتناع الزوج عن الانفاق.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور کبھی یہ واجب دو امور میں سے ایک ہوتا ہے اور مکلّف کو دونوں میں سے ایک کا اختیار ہوتا ہے جیسے جنگی قیدیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَثۡخَنۡتُمُوۡهُمۡ فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعۡدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَهَا﴾ (محمد: ٤)

''جب تم ان کو اچھی طرح کچل ڈالو تو اب خوب مضبوط قید و بند سے گرفتار کرو (پھر اختیار ہے) کہ خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر تاوقتیکہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔''

اس لیے امام کو اختیار ہے کہ وہ قیدیوں پر احسان کر دے یا فدیہ میں ان کا دیگر سے تبادلہ کر لے۔

اور کبھی یہ واجب غیر معین تین امور میں سے ایک ہوتا ہے، اس کی مثال قسم کا کفارہ ہے، جس میں قسم توڑنے والے پر تین اشیاء میں ایک واجب ہے، دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا انہیں کپڑے پہنانا، یا ایک غلام کو آزاد کرنا۔ اور یہ قدرت اور استطاعت کے ہوتے ہوئے ہے اور اگر وہ نہ ہو تو پھر واجب معین ہے، اور وہ ہے تین دن روزے رکھنا اور بعض نے اس واجب کا نام واجب مخیّر رکھا ہے کیونکہ اس میں مکلّف کو اختیار دیا جاتا ہے۔ ❶

۲۷۔ واجب: (طلب کے مخاطب کے پیش نظر)

اس اعتبار سے وہ واجب عینی اور واجب کفایہ میں تقسیم ہے۔ ❷

واجب عینی: وہ ہے جس میں ہر مکلّف سے لازمی طور پر طلب ہو، یعنی شارع نے مکلفین میں سے ہر ایک سے اس کا حصول طلب کیا ہو، لہٰذا اس میں بعض کی ادائیگی دیگر بعض کے لیے کافی نہ ہوگی اور بری الذمہ ہونے کے لیے ضروری ہوگا کہ ہر مکلّف اسے ادا کرے، کیونکہ جب تک ہر مکلّف اس کو نہیں کرے گا تب تک اس واجب سے شارع کا مقصد پورا نہیں ہوگا اور اسی بنا پر اس کو ترک کرنے والا گنہگار ہوگا اور اس کو سزا ملے گی اور اس کی طرف

---

❶ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: ١/ ٦٦.

❷ بعض نے ایک تیسری قسم کا اضافہ کیا ہے، وہ ہے کہ ایسا واجب جس کا مقصود کسی مخصوص شخصیت سے اس کا حاصل کروانا ہو، جیسے باقی سب کے علاوہ صرف نبی ﷺ پر فرض شدہ ہو جیسے آپ پر نماز تہجد کی فرضیت ہے۔ المحلاوی: ص ٢٦٩.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کسی اور کا اس کو سرانجام دینا اس کے لیے فائدہ مند نہ ہوگا۔

اس واجب میں مرکز نگاہ نفس فعل اور نفس فاعل ہے، نماز، روزہ، عہدوں کو پورا کرنا اور ہر صاحب حق کو اس کا حق دینا اس کی مثالیں ہیں۔

واجب کفایہ: یا واجب کفائی وہ ہے جس کا حصول شارع نے مکلفین کی کسی بھی جماعت سے طلب کیا ہو، ان کے ہر ہر فرد سے اس کو طلب نہ کیا ہو، کیونکہ شارع کا مقصد جماعت میں اس کا حصول ہے، یعنی فعل کا وجود پذیر ہونا ہے مکلّف کی آزمائش کرنا نہیں ہے۔ ❶ اس لیے جب بعض اس کو ادا کر دیں گے تو باقی سب سے فرض ساقط ہو جائے گا۔ ❷ کیونکہ بعض کا فعل دیگر بعض کے قائم مقام ہو جاتا ہے، جس سے نہ کرنے والا بھی اس اعتبار سے کرنے والا بن جاتا ہے اور جب کوئی ایک بھی اسے قائم نہیں کرتا تو کرنے کی قدرت رکھنے والے تمام گناہ گار ٹھہریں گے، اور جہاں تک واجب عینی کی بات ہے تو اس کا مقصد بھی تحصیل فعل ہے لیکن ہر ہر مکلّف سے، جہاد، عدالت، فتویٰ دینا دین کی فقہ، گواہی دینا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، امت کو جن صنعتوں پیشوں اور علوم کی ضرورت ہے، طاقت کی مختلف اقسام کی تیاری کرنا اور اس جیسے دیگر امور جن سے مفاد عامہ حاصل ہوتا ہے یہ سب واجب کفایہ کی مثالیں ہیں، کیونکہ کفائی فرضوں کا ہدف عام طور پر امت کی اجتماعی مصلحت ہوتی ہے۔

اور تمام صرف اسی صورت میں گناہ گار ہوں گے جب واجب کفائی حاصل نہ ہوگا کیونکہ واجب کفائی پوری امت سے مطلوب ہے اس لیے جو اس کو کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس پر اس کا کرنا لازم ہوگا اور جو کرنے سے عاجز ہو اس پر قدرت رکھنے والے کو ترغیب دلانا اور اسے کرنے پر ابھارنا لازم ہوگا اور جب واجب کفائی حاصل نہ ہوگا تو اس کوتاہی کی ذمہ داری تمام پر ہوگی، قدرت رکھنے والے پر اس لیے کہ اس نے اس کو سرانجام نہیں دیا، عاجز پر اس لیے کہ اس نے قادر کو اس کے کرنے پر اکسایا اور ابھارا نہیں، فرض کفایہ کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں ''اگر ایک ساتھ ہی انہوں نے اس کو ضائع کر دیا تو مجھے خوف ہے کہ اس گناہ کے سبب کوئی ایک بھی ان کے اندر سے اس کی قدرت رکھنے والا برآمد نہ ہو سکے گا۔ ❸

---

❶ تیسیر التحریر: ۲/ ۳٦۳، ۳٦٤. ❷ المسودة: ص ۳۱.

❸ الرسالة للامام الشافعي: ص۳٦٦.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس واجب کی یہ منظر کشی امت پر حکومت کی نگرانی کو اور واجبات کفائی کے عمل پر ابھارنے کو اور ان کی ادائیگی کے لیے ضروری اسباب کی تیاری کو واجب قرار دیتی ہے کیونکہ مفاد عامہ کی یقینی تحصیل میں حکومت امت کی نمائندگی کرتی ہے اور کفائی فرضوں کی ادائیگی کی بھاری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی قدرت رکھتی ہے، اس لیے جب وہ اس میں کوتاہی کرے گی تو انتظامی حکام سمیت ساری امت گناہ گار ٹھہرے گی، امت اس لیے کہ اس نے حکومت کو کفائی فرض کی ادائیگی کے لیے درکار چیز کی تیاری پر ابھارا نہیں ہے اور حکومت اس لیے کہ اس نے قدرت رکھنے کے باوجود واجب کو ادا نہیں کیا۔

اور کبھی کبھار واجب کفایہ واجب عینی بن جاتا ہے، جیسا کہ جہاد میں، جب اس سے مقصود حاصل نہ ہو تو وہ ہر اس مکلّف پر فرض عین بن جاتا ہے جو مکلّف دشمن سے کسی بھی قسم کی لڑائی لڑنے کی قدرت رکھتا ہو، اور اس کی مثال یہ بھی ہے کہ جب برائی کا مشاہدہ ایسا مکلّف کرے جو قدرت رکھنے والا ہو، نہ رکھنے والا نہ ہو، تو اس پر بقدر استطاعت اس برائی کی مذمت کرنا لازم ہے۔

اور اسی کی مانند ہے کہ جب بستی میں ایک کے علاوہ اور طبیب نہ ہوں تو اس پر مریضوں کو طبی امداد پہنچانا فرض عین ہو گا۔

❀❀❀❀

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مطلب

مندوب

۲۸۔ (مندوب ندب سے ہے) ندب اہم امر کی جانب بلانے کو کہتے ہیں اور جس امر کی جانب بلایا جائے اس کو مندوب کہتے ہیں اور اسی سے شاعر کا یہ شعر ہے: ؏

لَا يَسْأَلُوْنَ اَخَاهُمْ حِيْنَ يَنْدُبُهُمْ
لِلنَّائِبَاتِ عَلٰى مَا قَالَ بُرْهَانَا

"جب وہ انہیں مصیبتوں میں بلاتا ہے تو وہ اپنے بھائی سے اس کے کہے ہوئے پر دلیل پیش کرنے کا سوال نہیں کرتے۔"

اصطلاح میں وہ امر ہے جس کا کرنا شارع نے لازم ٹھہرائے بغیر طلب کیا ہو، اس حیثیت سے کہ اس کے کرنے والے کی تعریف کی جائے گی اور اسے ثواب دیا جائے اور اس کو نہ کرنے والے کی مذمت نہیں کی جائے گی اور نہ وہ سزا دیا جائے گا۔ [1] اور کبھی مندوب کی بعض اقسام کے ترک پر اسے ملامت اور سزا لاحق ہو سکتی ہے۔

طلب کا صیغہ فعل کے مندوب ہونے پر تب دلالت کرتا ہے جب صیغہ کے ساتھ ایسی چیز لگی ہو جو دلالت کرتی ہو کہ مراد ندب ہے الزام نہیں ہے، چاہے یہ قرینہ نص ہو یا اس کے علاوہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾

(البقرة: ٢٨٢)

"اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک دوسرے سے میعاد مقرر پر قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔"

یہ طلب حتمیت اور الزامیت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ آیت کے تسلسل میں ایسا قرینہ آیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ﴾ (البقرة:٢٨٣)

[1] المسودة: ص٥٧٦، الاحكام لابن حزم: ١/ ٤٠، ٣/ ٣٢١.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہاں اگر آپس میں ایک دوسرے سے مطمئن ہو تو جسے امانت دی گئی ہے وہ اسے ادا کر دے۔''

یہ نص دلالت کرتی ہے کہ قرض کے معاملے کو لکھ لینے کی طلب سے صرف اور صرف ندب مراد ہے لزومیت نہیں ہے اور یہ بندوں کے لیے اس راہنمائی کے قبیل سے ہے جس سے وہ اپنے حقوق کو ضیاع کا شکار ہونے سے محفوظ رکھ سکیں اور جب وہ اس راہنمائی کو نہیں لیتے تو اپنے اعمال کا نتیجہ بھی خود بھگتیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا﴾ (النور: ۳۳)

''(تمہارے غلاموں میں سے جو کوئی کچھ تمہیں دے کر آزادی کی تحریر کروانی چاہے) تو تم ایسی تحریر انہیں کر دیا کرو اگر تم کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو۔''

آزادی کی تحریر کے لکھنے کے وجوب پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ شرعی قاعدہ ہے کہ مالک اپنی ملکیت میں تصرف کرنے میں آزاد ہے، کا قرینہ موجود ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ ❶ فَلْيَتَزَوَّجْ))

''اے نوجوانوں کی جماعت جو تم میں سے شادی کی طاقت رکھے وہ شادی کرے۔''

ہر مکلّف پر نکاح کے واجب ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ قرینہ موجود ہے کہ نبی ﷺ سے تواتر کے ساتھ معلوم ہے کہ آپ نے ہر مکلّف پر نکاح کی قدرت رکھنے کے باوجود نکاح کو لازم قرار نہیں دیا۔

۲۹۔ اور مندوب کو سنت، نفل، مستحب، تطوع، احسان اور فضیلت کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور یہ تمام کے تمام الفاظ معنی کے اعتبار سے آپس میں قربت رکھتے ہیں اور مندوب کے معنی کہ فعل کا کرنا راجح ہے، الزامیت کے بغیر، کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ ❷

---

❶ یہاں لفظ باءۃ ہے جس کا مطلب نکاح اور اس کی ذمہ داریاں اٹھانے کی طاقت رکھنا ہے۔

❷ مندوب کو مندوب کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ شارع نے اس کی طرف بلایا ہے اور مستحب کے نام سے اس لیے کہ شارع نے اس کو پسند کیا ہے اور نفل کے نام سے اس لیے کہ وہ فرض سے ایک زائد چیز ہے اور ثواب میں زیادتی کرتی ہے، اور تطوع اس لیے کہ اسے کرنے والا خوشی کے طور پر کرتا ہے اور فضیلت اس لیے کہ اس کا کرنا اس کے نہ کرنے پر فضیلت رکھتا ہے۔ رد المختار لابن عابدین: ۱/ ۹۱ و ما بعدها.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مندوب ایک قسم کا نہیں ہوتا بلکہ اس کے مراتب ہیں۔

ان میں بلند ترین مرتبہ اس کا ہے جس پر نبی ﷺ نے ہمیشگی کی ہو اور شاذ و نادر ہی اس کو کبھی چھوڑا ہو، فجر کے فرضوں سے پہلے کی دو رکعتیں اسی مرتبہ میں ہیں، اور ان کا نام سنت مؤکدہ رکھا گیا ہے، ان کا ترک کرنے والا قابل ملامت ہے، قابل سزا نہیں، نکاح کی قدرت رکھنے والے کے اعتبار سے نکاح کی معتدل حالت بھی اسی مرتبہ میں سے ہے، اور اذان بھی، کیونکہ وہ اسلام کے ان نمایاں امتیازی مسائل سے تعلق رکھتی ہے جو عام دینی مصالح سے متعلق ہیں، اس لیے اذان میں لاپرواہی ناجائز ہے اور اسی لیے اگر کوئی اہل قریہ ترک اذان پر موافقت کرلیں تو انہیں زبردستی اس پر راغب کیا جائے گا۔

اور اس مرتبہ کے نزدیک ہی وہ مرتبہ ہے جسے سنت غیر مؤکدہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے جس پر نبی ﷺ نے ہمیشگی نہیں کی، ظہر سے پہلے کی چار رکعات اس کی مثال ہے اور صدقہ کی قدرت رکھنے والے کے اعتبار سے نفلی صدقہ بھی اس کی مثال ہے، جب وہ شخص شدید مجبوری اور حاجت مندی کا شکار نہ ہو جس پر صدقہ کیا جائے۔

مندوب کے اس مرتبہ کے متصل وہ مرتبہ ہے جسے فضیلت، ادب اور سنت زوائد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، نبی ﷺ سے بحیثیت انسان عادت کے مطابق سرزد ہونے والے امور میں آپ کی اقتدا اس کی مثال ہے، جیسے کھانے پینے اور سونے کے آداب ہیں، ان امور میں آپ ﷺ کی اقتدا مستحب ہے اور یہ آپ سے تعلق پر دلالت کرتی ہے، لیکن ان کو چھوڑنے والا ملامت کا مستحق نہ ہے اور نہ سزا کا، کیونکہ وہ نہ تو دینی امور میں سے ہیں اور نہ ہی وہ عبادات میں شمار ہوتے ہیں، بلکہ وہ عادات میں شمار ہوتے ہیں۔

۳۰۔ یہاں پر قابل ملاحظہ دو باتیں:

پہلی بات: مندوب خلاصہ کے طور پر واجب کے لیے ایک ایسا مقدمہ (پیشگی حصہ) سمجھا جاتا ہے جو مکلّف کو واجب یاد دلاتا ہے اور اس پر اس کی ادائیگی کو سہل بناتا ہے، کیونکہ مکلف پر مندوبات کی ادائیگی اور ان پر دوام سے اس پر واجبات کی ادائیگی آسان ہو جاتی ہے اور وہ ان کا عادی بن جاتا ہے، اسی کے متعلق امام شاطبی کہتے ہیں "جب تم مندوب کو عمومی اعتبار سے سمجھو گے تو اسے واجب کا خادم پاؤ گے، کیونکہ کبھی وہ اس کا مقدمہ ہوتا ہے اور کبھی اس کی یاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہانی کرانے والا، چاہے اس کی جنس واجب ہو یا نہ ہو۔ ❶

دوسری بات: مندوب اگرچہ جزوی اعتبار سے لازمی نہیں ہے مگر وہ کلی اعتبار سے لازمی ہے، اس معنیٰ میں کہ مکلّف کے لیے یک لخت مندوبات کو ترک کر دینا درست نہ ہو گا اور مکلّف کی عدالت کو عیب ناک کرے گا اور وہ زجر وتوبیخ اور تادیب کا مستحق ہو گا، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے ان لوگوں کے گھروں کو جلا ڈالنے کا ارادہ فرمالیا جو نماز باجماعت چھوڑنے پر ہیشگی کرنے لگے۔

اذان، باجماعت نماز، نفلی صدقہ اور فجر کی سنتیں یہ سب جزوی حیثیت سے مندوب ہیں اور کلی حیثیت سے لازمی ہیں لہٰذا ان کا کلی طور پر ترک کر دینا صحیح نہ ہو گا۔ نکاح بھی اسی سے ہے، لہٰذا ساری امت ہی کا اس کو ترک کر دینا درست نہ ہو گا، کیونکہ اس سے وہ فنا ہو جائے گی، اس بنا پر نکاح من حیث الجزء مندوب ہے یعنی افراد کے اعتبار اور جماعت کے اعتبار سے واجب ہے، گویا کہ وہ فرض کفایہ ہے، سو تمام مندوبات کا ترک جب دائمی طور پر ہو تو یہ دین کی شکل وصورت پر اثر انداز ہوتا ہے، مگر جب یہ بعض اوقات میں ہو تو پھر یہ اثر نہیں ڈالتا۔ ❷

---

❶ الموافقات للشاطبی: ١/١٥١١.

❷ الموافقات للشاطبی: ١/١٣٢-١٣٣.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا مطلب

حرام یا مُحَرَّمْ

۳۱۔ حرام:

وہ فعل ہے جس سے رک جانا شارع نے حتمی اور لازم طور پر طلب کیا ہو، اس کو چھوڑنے والا اجر پائے گا فرمانبردار ہوگا اور اس کو کرنے والا گناہ گار اور نافرمان ہوگا۔ [1] چاہے اس کی دلیل قطعی ہو اس میں کوئی شبہ نہ ہو، جیسے زنا کا حرام ہونا، یا اس کی دلیل ظنی ہو، جیسے خبر واحد کے ذریعہ سے حرام شدہ اشیاء۔

اور حنفیہ کے نزدیک حرام کا اطلاق صرف اسی پر ہوگا جس کی دلیل قطعی ہوگی اور اگر دلیل ظنی ہوگی تو اسے مکروہ تحریمی سے موسوم کیا گیا ہے۔

حرام قرار دینا یا تو اس لفظ سے حاصل ہوتا ہے جس کا مادہ حرام قرار دینے پر دلالت کرتا ہے جیسے لفظ حرمت ہے، یا حلال کی نفی سے حاصل ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ﴾ (النساء: ۲۳)

''حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں۔''

اور آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ اِلَّا بِطِيْبٍ مِّنْ نَّفْسِهٖ))

''مسلمان آدمی کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔'' [2]

یا حرام قرار دینا نہی کے اس صیغہ سے حاصل ہوتا ہے جو ایسی چیز کے ساتھ ملا ہوا ہو

---

[1] الاحکام لابن حزم ۳/۳۲۱.

[2] کوئی اس وہم کا شکار نہ ہو کہ ذمی (غیر مسلم) کا مال حلال ہے، کیونکہ حدیث شریف میں مسلم کا ذکر اس وہم پر دلالت نہیں کرتا، اور حقیقی طور پر ذمی اپنے مال کے احترام میں اور بغیر رضا مندی کے لینے میں مسلمان کی مانند ہے کیونکہ قاعدہ ہے ذمیوں کے لیے بھی وہی کچھ ہے جو کچھ ہمارے لیے ہے اور ان پر وہی کچھ ہے جو کچھ ہم پر ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں انہوں نے عقد کا ذمہ صرف اسی لیے قبول کیا ہے تاکہ ان کے خون ہمارے خونوں کی مانند ہوں اور ان کے مال ہمارے مالوں کی مانند ہوں۔ دیکھئے کاسانی کی بدائع الصنائع: ۶/۱۱۱ اور سنن الدار قطنی: ۲/۳۵۰ اور شرح السیر الکبیر: ۳/۲۵۰.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو حتمی بات پر دلالت کرتی ہو، یا حرام قرار دینا فعل پر عقوبت کے مرتب ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔

پہلے کی مثال میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ (الحج: ٣٠)

''پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی بچو۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ﴾ (المائدة: ٩٠)

بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو۔''

دوسرے کی مثال، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً﴾ (النور: ٤)

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾ (النساء: ١٠)

''جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔''

۳۲۔ حرام کی اقسام:

احکام شریعت کی چھان بین سے ثابت ہے کہ شارع صرف اسی چیز کو ہی حرام قرار دیتا ہے جس کے اندر محض فساد ہو یا فساد غالب ہو اور یہ فساد یا تو حرام کردہ فعل کی ذات کی جانب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پلٹتا ہے اور اس کو حرام ذاتی یا عینی کہتے ہیں یا فعل کی ذات کی بجائے اس سے متصل امر کی جانب پلٹتا ہے تو اس کو حرام لغیرہ کہتے ہیں۔

۴۳۔حرام ذاتی:

جس کو شارع نے ابتدا ہی سے حرام قرار دیا ہو کیونکہ اس کے اندر ذاتی طور پر ایسے نقصانات اور مفاسد ہوتے ہیں جو اس سے الگ نہیں ہوتے جیسے زنا، حرام کردہ عورتوں سے نکاح، مردار کا کھانا اور بیچنا، چوری، ناحق قتل، انہیں کی مثل دیگر ذاتی اور عینی حرام شدہ اشیاء بھی ہیں۔

اس قسم کا حکم: یہ قسم اصل میں غیر مشروع ہے اور مکلّف کے لیے اس کا کرنا حلال نہیں ہے اور اگر وہ اسے کرے گا تو اسے مذمت اور سزا لاحق ہوگی اور نہ ہی یہ درست ہوگا کہ وہ شرعی سبب بنے کہ جس پر اس کے احکام مرتب ہوں اور اگر وہ کسی عقد کا محل ہوگا تو عقد باطل ہو جائے گا اور عقد کا شرعی اثر محل پر مرتب نہ ہوگا۔

چنانچہ مکلّف پر مردار کا کھانا حرام ہے اس کیلئے یہ فعل حلال نہیں اور چوری ملکیت کے ثبوت کیلئے شرعی سبب نہیں بن سکتی اور زنا نسب اور وراثت کے ثبوت کے لیے شرعی سبب نہیں قرار دیا جا سکتا اور جب خرید و فروخت کے عقد کا محل مردار ہو تو عقد باطل ہوگا اور اس پر وہ کچھ مرتب نہ ہوگا جو کچھ صحیح طور پر مشروع خرید و فروخت پر مرتب ہوتا ہے اور جب عقد نکاح کا محل حرام کردہ رشتوں میں سے ہو اور اس کا علم بھی ہو تو یہ عقد باطل ہوگا اور جو کچھ نسب، وراثت، جانبین کے درمیان حقوق اور ان دونوں کے درمیان حلال سے صحیح نکاح کے عقد کے نتیجہ میں مرتب ہوتا ہے ان میں سے کوئی چیز بھی اس پر مرتب نہیں ہوگی بلکہ یہ تعلق زنا قرار پائے گا۔

۴۴۔لیکن کبھی کبھار حرام ذاتی کی بعض اقسام ضرورت کے وقت مباح (جائز) قرار دی جاتی ہیں، کیونکہ اس کا حرام قرار دینا اس کے ان ذاتی مفاسد کی وجہ سے ہوتا ہے جو کہ دین، جان، عقل، نسب اور مال پانچ ضروری حفاظت والی چیزوں کے مخالف ہوتے ہیں، ہلاکت کا خوف درپیش ہو تو مردار کا کھانا جائز ہے، زندگی کو ہلاکت سے بچانے کے لیے شراب کا پی لینا حلال ہے، اس لیے کہ زندگی کی حفاظت ضروری ہے، سو اس کو حاصل کرنے کے لیے حرام کو مباح کرنا ضروری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۵۔حرام غیر ذاتی:

حرام غیر ذاتی اصل میں مشروع ہوتا ہے کیونکہ اس میں کوئی نقصان اور خرابی نہیں، یا اس کا فائدہ راجح ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ایسی چیز لگ جاتی ہے جو اس کے حرام قرار دیئے جانے کا تقاضا کرتی ہے جیسے غصب شدہ زمین پر نماز اور جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت اور وہ نکاح جس سے مقصود تین طلاق والی عورت کو اس کے طلاق دینے والے خاوند کے لیے حلال کرنا ہو، بدعی طلاق، مہلت والی تجارت یا جو تجارت ادھار کے نام سے موسوم ہے اور اس سے مقصود سود حاصل کرنا ہوتا ہے اور ان کی مانند دیگر وہ جنہیں فعل کی ذات سے خارج کسی امر کی وجہ سے تحریم لاحق ہو جاتی ہے وہ تحریم فعل کی ذات کی وجہ سے نہیں ہوتی کیونکہ فعل اپنی ذات میں فساد اور ضرر سے خالی ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ایسی چیز لگ جاتی ہے جو اس کے اندر فساد اور نقصان پیدا کر دیتی ہے۔

نماز اپنی ذات میں مشروع ہے اور واجب ہے لیکن اس کے ساتھ وہ چیز لگ گئی جو حرام ہے اور وہ غصب ہے اور غصب شدہ زمین پر نماز سے ممانعت آئی ہے۔

تجارت بذات خود مباح ہے لیکن جمعہ کی اذان کے وقت اس کے وقوع نے اس کے اندر جمعہ کے فریضہ کی ادائیگی کی جانب دوڑ لگانے میں رکاوٹ کی خرابی پیدا کر دی جس کی بنا پر اس سے ممانعت آ گئی۔

نکاح بذات خود مشروع ہے اور مباح یا مندوب ہے لیکن دوسرے کے پیغام نکاح پر اس کے پیغام نکاح کے وقوع نے دوسرے کو تکلیف پہنچانے کی خرابی پیدا کر دی ہے جس سے عداوت اور بغض جنم لیتا ہے، اس لیے شارع نے اس سے منع کر دیا ہے۔

اور حلال کرنے کی غرض سے نکاح کرنے میں شرعی اسباب کے ساتھ کھیل تماشہ اور ان کو جس کے لیے وضع کیا گیا اس کے علاوہ میں استعمال کی خرابی موجود ہے اس لیے نکاح سے ممانعت اس سبب سے ہے۔

۳۶۔حرام کی اس قسم کا حکم:

اس اساس پر قائم ہے جو اس کے حوالے سے ہمارے پیش نظر ہے کہ حرام غیر ذاتی اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل اور ذات کی جہت سے مشروع ہے اور جو حرام چیز اس کے ساتھ لگ گئی ہے اس کی جہت سے حرام ہے۔

چنانچہ بعض فقہاء رحمہ اللہ نے اس قسم کی اصل مشروعیت کی جہت کو اس کے ساتھ لگنے والی حرام کی جہت پر راجح قرار دیا اور کہا کہ یہ قسم شرعی سبب بننے کے لیے صحیح ہے اور اس پر اس کے اثرات مرتب ہوں گے اگر چہ وہ اپنے ساتھ لگ جانے والے حرام کی جہت سے ممنوع قرار دی گئی ہے لہٰذا اس جہت سے اس کا کرنے والا گناہ گار ٹھہرے گا نہ کہ نفسِ فعل کی ادائیگی کی جہت سے۔

اس نقطۂ نظر سے غصب شدہ زمین پر نماز صحیح ہوگی کفایت کرے گی اور مکلّف کا ذمہ نماز سے بری ہوگا اور وہ غصب کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

جمعہ کی اذان کے وقت تجارت صحیح ہوگی لیکن گناہ کے ساتھ، کیونکہ اس کا وقوع اس وقت میں ہوا ہے۔ اسی طرح ہی باقی مانندہ بھی ہیں۔

اور جن فقہاء رحمہ اللہ نے فعل کے ساتھ لگی فساد کی جہت کو فعل کی اصل مشروعیت کی جہت پر راجح کیا ہے تو انہوں نے کہا ہے کہ یہ فعل ہی فاسد ہے اور اس پر اس کا شرعی اثر مرتب نہیں ہو گا اور اس فعل کو کرنے والا گناہ گار ہو گا کیونکہ ان کی نظر میں فساد نے اس فعل کی اصل مشروعیت کے لیے کوئی اثر باقی نہیں رہنے دیا۔

اس اساس کی بنا پر فقہاء رحمہ اللہ کے اس فریق نے غصب شدہ زمین پر نماز کو حلال کرنے کے مقصد سے نکاح کو، بدعی طلاق کو اور ان کی مانند دیگر کو باطل قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] اس مسئلہ کی مزید وضاحت انشاء اللہ صحت وفساد کی بحث میں اور نہی کی بحث میں آئے گی.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چوتھا مطلب:

مکروہ

۳۷۔ تعریف:

وہ ہے جس کا نہ کرنا اس کے کرنے سے بہتر ہو۔ [1] یا شارع نے مکلف سے اس کا ترک کر دینا طلب کیا ہو لیکن طلب حتمی اور لازمی نہ ہو، جیسا کہ صیغہ بذات خود کراہت پر دلالت کرنے والا ہو یا وہ صیغہ نہی کے صیغوں میں سے ہو اور وہاں قرینہ قائم ہو جو اس کو حرام قرار دینے سے کراہت کی طرف پھیر دے۔

پہلی صورت: آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ يَكْرَهُ لَكُمْ قِيْلَ وَ قَالَ وَ كَثْرَةَ السُّؤَالِ وَ اِضَاعَةَ الْمَالِ))

''اللہ تعالیٰ یقیناً تمہارے لیے بحث و مباحثہ، سوالات کی کثرت اور مال کے ضائع کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔''

اور آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ))

''اللہ تعالیٰ کی جناب میں حلال میں سے سب سے زیادہ نفرت والی چیز طلاق ہے۔''

دوسری صورت: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾

''اے ایمان والو! تم ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو اگر انہیں تم پر ظاہر کر دیا جائے تو وہ تمہیں بری لگیں۔'' (المائدة: ۱۰۱)

حرام سے کراہت کی طرف پھیر دینے والا قرینہ وہ بات ہے جو خود آیت کے اندر آتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ٥﴾ (المائدة: ۱۰۱)

''اور اگر تم ان کے متعلق قرآن کے اتارے جانے کے وقت سوال کرو تو وہ تم پر ظاہر

---

[1] المحلاوی: ص ۲۵۰.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اور بردبار ہے۔"

مکروہ کا حکم: اسے کرنے والا گناہ گار نہیں ہوگا، اگرچہ وہ ملامت زدہ ہوگا اور اسے نہ کرنے والا قابل مدح ہے اور ثواب دیا جائے گا جب اس کا اسے نہ کرنا اللہ تعالیٰ کیلئے ہوگا۔

۳۸۔ مکروہ کے متعلق جو کچھ ہم نے پہلے پیش کیا ہے وہ جمہور کی رائے اور اصطلاح پر مبنی ہے اور ان کے نزدیک وہ ایک ہی قسم ہے اور اسی کو ہم نے ذکر کیا ہے۔

جہاں تک حنفیہ ہیں تو ان کے نزدیک مکروہ دو قسم کا ہے۔

پہلی قسم، مکروہ تحریمی: وہ ہے کہ شارع نے مکلف کا اس سے رک جانا حتمی طور پر طلب کیا ہو لیکن اس کی دلیل ظنی ہو قطعی نہ ہو، جیسے دوسرے کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح اور دوسرے کے سودے پر سودا کرنا، ان دونوں میں سے ہر ایک خبر واحد سے ثابت ہے اور وہ ظنی دلیل ہے۔

مکروہ کی یہ قسم اس کے بالمقابل ہے جو احناف کے نزدیک واجب کہلاتا ہے۔

جمہور کے نزدیک اس قسم کا حکم وہی ہے جو حکم حرام کا ہے یعنی اس کا کرنے والا سزا کا مستحق ہوگا، اگرچہ اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس کی دلیل ظنی ہے۔

دوسری قسم، مکروہ تنزیہی: وہ ہے کہ شارع نے مکلف کا اس سے رک جانا لازمی ٹھرائے بغیر طلب کیا ہو، جیسے گھوڑے کے گوشت کا کھانا، کیونکہ جنگوں کے اندر اس کی ضرورت ہوتی ہے اور پنجوں سے کھانے والے پرندوں کے جوٹھے پانی سے وضو کرنا۔

اس مکروہ کا حکم: یہ ہے کہ اس کا کرنے والا نہ قابل مذمت ہے اور نہ مستحق سزا ہے اگرچہ اس کا فعل بہتر اور افضل کے خلاف ہے۔ حنفیہ اور جمہور کے درمیان یہ اختلاف ان کے فرض اور واجب میں اختلاف کی مانند ہے۔ سو حنفیہ نے فعل سے الزامی طور پر روکنے والی دلیل کو پیش نظر رکھا ہے سو اگر وہ دلیل قطعی ہو تو فعل ان کے نزدیک حرام ہوگا اور اگر دلیل ظنی ہو تو فعل مکروہ تحریمی ہوگا اور اگر روکنا غیر لازمی ہو تو فعل مکروہ تنزیہی ہوگا۔

جہاں تک جمہور ہیں تو انہوں نے دلیل کی قطعیت اور ظنیت کی جہت کو پیش نظر نہیں رکھا، انہوں نے فقط فعل سے روکنے کی طلب کے مزاج کو پیش نظر رکھا ہے، اگر طلب الزامی ہے تو فعل ان کے نزدیک حرام ہے، چاہے طلب کی دلیل قطعی ہو یا ظنی اور اگر رکنے کی طلب غیر الزامی ہے تو فعل ان کے نزدیک مکروہ ہے، اور یہ حنفیہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی کے بالمقابل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچواں مطلب:

مباح

۳۹۔ مباح:

وہ ہے جس کے کرنے اور نہ کرنے کے درمیان شارع نے مکلّف کو اختیار دے دیا ہو اور اسے کرنے اور نہ کرنے پر نہ مدح ہو اور نہ مذمت ہو اور اسی کو حلال کہا جاتا ہے۔ [1]

اباحت کا پتہ کئی ایک امور سے لگ جاتا ہے جن میں سے:

أ۔ چیز کے حلال ہونے کی نص شارع سے آ جائے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَ طَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ﴾ (المائدة: ٥)

''کل پاکیزہ چیزیں آج تمہارے لیے حلال کی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے۔''

ب۔ شارع سے گناہ یا تنگی کی نفی میں نص آ جائے:

پہلی بات کی مثال۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ﴾ (البقرة: ۱۷۳)

''پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو اس پر ان کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔''

دوسری بات کی مثال۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان :

﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَکْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ﴾ (البقرة: ۲۳۵)

''تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم اشارۃً کنایۃً ان عورتوں سے نکاح کی بابت کہو یا اپنے دل میں پوشیدہ ارادہ کرو۔''

تیسری بات کی مثال۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] الشوکاني: ص ٦، الشاطبی ١/ ٤٠.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ أَوْبُيُوْتِ اٰبَائِكُمْ﴾

''اندھے پر، لنگڑے پر، بیمار پر اور خود تم پر (مطلقاً) کوئی تنگی نہیں کہ تم اپنے گھروں سے کھالو یا اپنے باپوں کے گھروں سے۔'' (النور: ٦١)

ج۔ تعبیر امر کے صیغہ سے ہو لیکن ساتھ ہی وجوب کو اباحت کی طرف پھیرنے والا قرینہ موجود ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا﴾ (المائدة: ٢)

''ہاں جب تم احرام اتار ڈالو تو شکار کر سکتے ہو۔''

یعنی جب حج کے احرام سے حلال ہو جاؤ تو تمہارے لیے شکار مباح ہے۔

د۔ اشیاء کے اندر اصلی حکم اباحت کو ساتھ لگا دینا اس بنا پر کہ اشیاء کا اصل حکم اباحت ہے، جیسے کہ جلد ہی اس کی تفصیل انشاء اللہ استصحاب کے احکام کی ادلہ میں سے ایک دلیل کی حیثیت سے بحث میں آرہی ہے۔

اور اس بنا پر سودے بازی اور اختیارات کا استعمال، جمادات، حیوانات اور نباتات کا اصل حکم اباحت ہے، سو جب تک شارع کی جانب سے ایسی دلیل نہ آئے جو صراحت کے ساتھ ان کا حکم بیان کرے تو اس اصلی حکم اباحت کو ساتھ لگائے ہوئے ان اشیاء کا حکم اباحت قرار دیا جائے گا۔

مباح کے اس حکم کے ساتھ یہ بھی ہے کہ مباح میں نہ ثواب ہے اور نہ سزا ہے، لیکن کبھی کبھار نیت و ارادہ کی وجہ سے اس پر ثواب دیا جاتا ہے۔ جیسے مختلف قسم کی جسمانی ورزشیں جسم کو طاقتور بنانے کی نیت سے کرنا تاکہ دشمن کے ساتھ جنگ ہونے پر بندہ طاقتور ہو۔

۴۰۔ جس بات کے ملاحظہ کو آپ پسند کریں گے وہ یہ ہے کہ ہم نے مباح کی جو تفسیر کی ہے وہ صرف جزوی اعتبار سے ہے اور جہاں تک کل کے اعتبار کی بات ہے تو مباح کا کرنا یا نہ کرنا مطلوب ہوتا ہے اور اباحت کا رخ جزئیات کی طرف ہوتا ہے کلیات کی طرف نہیں اور بعض اوقات کی طرف ہوتا ہے تمام اوقات کی طرف نہیں۔

جیسے کھانا مباح ہے۔ اس معنیٰ میں کہ مکلّف کھانے کی مختلف مباح اشیاء میں پسند و ناپسند کا اختیار رکھتا ہے سو وہ جو چاہے لے لے اور جو چاہے چھوڑ دے اور اسی طرح تمام اوقات میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس وقت نہ کھائے اسے اختیار ہے لیکن کھانے کا اصل حکم یہ ہے کہ اس کا سر انجام دینا مجموعی حیثیت سے مطلوب ہے، کیونکہ اس میں انسان کی زندگی ہے اور مکلّف سے زندگی کی حفاظت مطلوب ہے۔

کھانے، پینے اور پہننے کی پاک اشیاء سے استفادہ کرنا جزوی حیثیت سے اور بعض اوقات میں مباح ہے، سو مکلّف کو اختیار ہے کہ وہ ان پاک جزئیات سے چاہے وہ کھانے کی ہوں یا پینے کی ہوں یا پہننے کی ہوں، استفادہ کرے یا نہ کرے۔ حتیٰ کہ اگر وہ بعض اوقات کسی جزء پر قدرت کے باوجود اسے ترک کر دے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر وہ اسے کلی طور پر چھوڑ دے تو یہ شرعی طور پر مندوب کے خلاف ہوگا، حدیث میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ:

((اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یَّرٰی اَثَرَ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ))

''اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھنا پسند کرتا ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

((اِذَا اَوْسَعَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ فَاَوْسِعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ))

''جب تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ وسعت کرے تو تم بھی اپنے اوپر وسعت کرو۔''

اس لیے کلی طور پر پاک اشیاء کا ترک مکروہ ہے اور مجموعی طور پر ان کا لینا مندوب ہے اور ان کے افراد کے کسی وقت لینے اور کسی وقت نہ لینے کا اختیار مباح اور حلال ہے۔

گناہ سے خالی تفریح جیسے باغات کی سیر، مباح کھیل کود اور مباح غذا اور انہیں کی مانند کوئی چیز، محدود طور پر جائز ہے، اس معنیٰ میں کہ اگر مکلّف بعض اوقات میں اور بعض حالات میں انہیں کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر وہ تفریح کو عادت بنا لے اور زیادہ وقت اس میں گزارے تو یہ اچھی عادت نہیں ہے اور اسی بنا پر وہ مکروہ بن جائے گا۔

تو یہ[illegible] کراہت تفریح کی دائمیت، تسلسل اور اس میں وقت کے ضیاع پر ہے نہ کہ محدود اعتبار سے تفریح [illegible] یعنی بعض اوقات میں کر لینے کے اعتبار سے ہے، نہ کہ دائمی عادت بنا لینے پر۔

خا[illegible] کا بیوی سے ہم بستری کرنا: مباح ہے لیکن کلی طور پر ہمیشگی اور استمرار کے ساتھ اس کا ترک حرام [illegible] یونکہ اس میں زوجہ کی حق تلفی اور نکاح کے مقاصد کو ضائع کرنا ہے، سو ہم بستری کی اباحت جزئیات اور اوقات سے متعلق ہے اور تحریم کا تعلق اس کے کلی ترک کرنے سے ہے۔ ❶

---

❶ [illegible] بی: ۱/۱۳۰ و ما بعدھا.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا مطلب:

عزیمت ورخصت

۴۱۔عزیمت اور رخصت تکلیفی حکم کی اقسام سے ہیں، کیونکہ عزیمت نام ہے اس چیز کا جسے شارع عمومی طور پر طلب کرے یا مباح قرار دے، اور رخصت اس چیز کا نام ہے جسے شارع نے ضرورت کے وقت مکلفین کے لیے بطور تخفیف اور تنگی کو دور ہٹانے کے لیے مباح قرار دیا ہو اور طلب اور اباحت تکلیفی حکم کی اقسام میں سے ہیں۔ اور بعض کا مذہب ہے کہ عزیمت اور رخصت وضعی حکم کی اقسام ہیں، اس اعتبار سے کہ عزیمت اس جانب لوٹتی ہے کہ شارع نے مکلفین کے معمولات کی شکل اختیار کرنے والے افعال کو اساسی احکام کی بقا اور ان کے دوام کا سبب بنا دیا ہے اور رخصت کا لوٹنا اس جانب ہے کہ شارع نے روٹین اور عادت سے ہٹ کر ہنگامی طور پر پیش آنے والے احوال کو مکلفین کی تخفیف کا سبب بنا دیا ہے اور سبب حکم وضعی کی اقسام میں سے ہے۔

لیکن پہلا مذہب زیادہ ظاہر ہے اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے سو عزیمت اور رخصت تکلیفی حکم کی اقسام سے ہیں۔

۴۲۔عزیمت کا لغوی معنی:

مضبوطی پر مبنی ارادہ ہے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾ (طٰہٰ: ۱۱۵)

’’لیکن اسے نسیان ہو گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔‘‘

یعنی آدم علیہ السلام میں اپنے رب کی نافرمانی کے مقابلے میں مضبوطی پر مبنی ارادہ نہ تھا۔

جہاں تک اصطلاحی معنی ہے تو وہ وہی ہے جس کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے۔

بعض نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ عزیمت اس حکم کا نام ہے جو احکام میں اصل کی حیثیت رکھتا ہو اور عارضی طور پر پیش آنے والے احوال سے اس کا تعلق نہ ہو۔ ❶ اس تعریف کا مطلب یہ ہے کہ عزیمت ان احکام شرعیہ سے تعلق رکھتی ہے جو مکلفین کے عموم وشمول سے

❶ التلويح: ۱۲۷/۲.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلق رکھتے ہیں ان مجبوریوں کو پیش نظر رکھے بغیر جو کبھی ہنگامی طور پر انہیں پیش آ جاتی ہیں، اس لیے اصلی احکام وہی ہیں، ان کو ابتدا ہی سے بطور شریعت مقرر کیا گیا ہے تا کہ وہ مکلفین کے لیے ان کے معمولات کی شکل اختیار کرنے والے احوال میں قانون عام بن جائیں اور ان کی بطور شریعت تقرری میں مجبوری اور اضطراری حالت کو نہیں دیکھا گیا، نماز اور تمام عبادات ان کی مثالیں ہیں اور یہ اصلی احکام تکلیفی حکم کی وجوب، ندب، کراہت اور اباحت کی اقسام میں منقسم ہیں اور محققین کے نزدیک عزیمت تب ہی بولی جائے گی جب اس کے بالمقابل رخصت ہو گی۔

۴۳۔ رخصت کا لغوی معنیٰ:

سہولت اور آسانی ہے اور اصطلاحی معنیٰ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

اور بعض نے اس کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ رخصت وہ ہے کہ جس کے کرنے میں عذر یا اس سے عجز کی بنا پر مکلّف کو گنجائش دی جائے، حالانکہ حرام قرار دینے کا سبب موجود ہو۔ [1] یا رخصت وہ احکام ہیں جو حرام قرار دینے کا سبب موجود ہونے کے باوجود عذر کی وجہ سے بطور شریعت مقرر کیے جائیں، اگر عذر موجود نہ ہو تو حرام ثابت ہو جائے گا۔ [2]

اس کلام کا معنیٰ وہی ہے جو ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔

سو رخصت: وہ احکام ہیں جنہیں شارع نے مکلفین کی مجبوریوں کی وجہ سے بطور شریعت مقرر کیا ہے اگر وہ مجبوریاں نہ ہوں تو اصلی حکم باقی رہے گا، اس لیے رخصت اصل کلی سے استثنائی حکم کا نام ہے اور استثناء کا سبب ضرورتوں اور عذروں کا لحاظ رکھنا ہے تا کہ مکلّف سے حرج کو دور ہٹایا جا سکے اور رخصت اپنی اکثر حالتوں میں اصلی حکم کو لزومیت کے مرتبہ سے اباحت کے مرتبہ پر منتقل کر دیتی ہے اور کبھی کبھی اس کو ندب یا وجوب کے مرتبہ پر منتقل کر دیتی ہے جیسا کہ جلد ہی اس کا بیان آ رہا ہے۔

۴۴۔ رخصت کی اقسام:

پہلی قسم: ضرورت کے وقت حرام شدہ کو مباح قرار دینا، جیسے قتل کے ذریعہ مجبور کیے جانے والے شخص پر زبان سے کلمہ کفر نکالنا باوجود اس کے کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

---

[1] المستصفی: ۱/۹۸، الآمدی: ۱/۱۸۸۔ [2] التلویح: ۲/۱۲۷، الآمدی: ۱/۱۸۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ (النحل: ١٠٦)

''بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔''

اور اس کی مثل مردار کا کھانا اور شراب کا پینا ہے کیونکہ زندگی کی حفاظت ضروری ہے، اسی لیے شارع حکیم نے ایسی شدید بھوک کے وقت جس سے جان جانے کا اندیشہ ہو مردار کھانا لینا مباح قرار دیا ہے اور اسی طرح ایسی شدت کی پیاس کے وقت جس سے مرنے کا خوف ہو شراب کا پی لینا مباح ہے اور اسی کے تحت دوسرے کے مال کو ضائع کر دینا ہے، جب ایسا کرنے پر اس قدر مجبور کر دیا جائے کہ جس سے اس کی جان یا اس کا کوئی عضو ہلاک ہو سکتا ہو۔

دوسری قسم: واجب کے چھوڑ دینے کو مباح قرار دینا، اس کی مثال مشقت سے بچنے کے لیے مسافر اور مریض کا روزے کو چھوڑ دینا ہے اور اسی سے یہ بھی ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کو چھوڑ دینا جب ظالم اور سرکش قسم کا حاکم ہو جو اسے نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے وہ اس کو قتل کر دیتا ہو۔

تیسری قسم: تجارت کی ان بعض اقسام کو صحیح قرار دینا ہے جن کے لوگ محتاج ہوں، اگرچہ وہ عام قواعد کے مطابق نہیں ہیں، اس کی مثال سَلم نامی تجارتی قسم ہے، [1] شارع حکیم نے اسے مباح قرار دیا ہے حالانکہ وہ غیر موجود چیز کی تجارت ہے اور غیر موجود چیز کی تجارت باطل ہے لیکن شارع نے مکلفین پر آسانی اور تخفیف کرنے کے لیے تجارت کے عام قواعد سے اس کو استثناء کرتے ہوئے جائز کر دیا ہے اور صنعتی تجارت بھی اسی کے قسم میں شامل ہے، شارع نے اسے مباح کر دیا ہے باوجود اس کے کہ یہ غیر موجود چیز کی تجارت ہے کیونکہ لوگ اس کے محتاج ہیں اور انہیں اس سے منع کرنا سختی اور تنگی دینا ہوگا۔

۴۵۔ رخصت کا حکم:

رخصت کا اصل حکم مباح قرار دینا ہے اس بنا پر رخصت لزومیت کے اصلی حکم کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دے دینے والے حکم کی جانب منتقل کر دیتی ہے کیونکہ مکلّف کی مجبوری کا خیال اور اس سے مشقت کو ختم کرنا رخصت کی بنیاد ہے اور اس مقصد کا حصول اس کے بغیر ممکن

[1] ادھار لین دین۔ محمد اسلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے کہ ممنوع کے کرنے اور مأمور کے چھوڑنے کی اجازت دی جائے، اس کی مثال مسافر اور مریض کا روزے کو چھوڑنا ہے، ان دونوں میں سے ہر ایک کو رخصت پر عمل کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کا اختیار حاصل ہے اور جب روزہ نقصان نہ دیتا ہو تو عزیمت عمل کی وجہ سے روزہ رکھنے کا اختیار حاصل ہے، حنفیوں کی اصطلاح کے مطابق یہ فراخی وکشادگی والی رخصت ہے کیونکہ اصلی حکم باقی ہے ختم نہیں ہوا، لیکن مکلف کو اسے چھوڑنے کی رخصت دی گئی تاکہ اسے کشادگی اور تخفیف حاصل ہو، اور کبھی کبھی عزیمت کو اختیار کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے باوجود اس کے کہ رخصت کو اختیار کرنا مباح ہوتا ہے، قتل یا کسی عضو کے تلف کی دھمکی سے مجبور ہو کر زبان سے کلمہ کفر نکالنا باوجود یہ کہ دل ایمان پر مطمئن ہو، یہ بھی اسی کی قسم ہے، لیکن ایسے موقع پر عزیمت کو اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس سے دین کی سربلندی اور حق پر پختگی کا اظہار ہوتا ہے اور کافروں کو اپنی بے بسی پر غصہ آتا ہے، ان کے دلوں کی توانائی کمزور ہوتی ہے اور مومنوں کی روحانیت قوی ہوتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ مسلیمہ کذاب کے کچھ کارندوں نے دو مسلمانوں کو پکڑ لیا اور انہیں اس کے پاس لے گئے، اس نے ایک سے سوال کیا کہ تو جناب محمد ﷺ کے متعلق کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا وہ اللہ کے رسول ہیں، اس نے کہا تم میرے متعلق کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا تو بھی ہے، تو اس نے اس کو چھوڑ دیا اور اسے کوئی تکلیف نہیں دی، پھر اس نے دوسرے سے جناب محمد ﷺ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا وہ اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا میرے متعلق کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا میں بہرا ہوں مجھے سنائی نہیں دیتا، اس نے تین بار اس سے پوچھا اور تینوں بار اس نے یہی جواب دیا، اس نے اس کو قتل کر دیا، جب یہ بات نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا جہاں تک پہلے کی بات ہے تو اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی رخصت کو لیا اور جہاں تک دوسرے کی بات ہے تو اس نے یقیناً حق کا اعلان کیا جس پر اسے مبارک ہو۔

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کلمہ کفر بولا، رسول اللہ ﷺ کے خلاف کوئی بات کہی اور مشرکین کے معبودوں کی مدح کی، یہ انہیں سخت تکلیف کے تحت کرنا پڑا جب انہوں نے نبی ﷺ کو اس سارے ماجرے کی خبر دی تو آپ نے ان سے پوچھا تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا مطمئن پاتا ہوں، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر وہ دوبارہ ایسا کریں تو تم بھی ایسا ہی کرو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ حدیث ضرورت اور مجبوری کے وقت لفظ کفر بولنے کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے، جبکہ پہلی حدیث صبر اور عزیمت اختیار کرنے کو افضل اور بہتر قرار دیتی ہے۔

اور اسی قسم سے یہ بھی ہے کہ نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے کی عزیمت کو اختیار کرنا اگر چہ یہ قتل تک پہنچا دے اور یہی زیادہ بہتر ہے، اس کی دلیل نبی ﷺ سے وارد شدہ فرمان ہے کہ شہداء کے سردار سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) ہیں اور وہ آدمی بھی ہے جس نے ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق کہا تو اس نے اس کو قتل کر دیا۔

لہٰذا ظالم حاکم کو نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا عزیمت ہے، چاہے اس کی خوفناک گرفت کا احتمال ہو، یہ اس پر سکوت اختیار کرنے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ایسے شخص کو سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ شہادت کے اونچے مرتبہ پر فائز کیا ہے۔

یہاں قابل ملاحظہ بات یہ ہے کہ بوقت خوف نیکی کے حکم کو اور برائی سے منع کرنے کو چھوڑنا رخصت ہے، جیسا کہ مقرر کردہ حاکم ظالم ہو، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے والے کو قتل کر دیتا ہو، اور عزیمت کو اختیار کرنا یقیناً افضل ہے، جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں، مگر یہ حکم جزوی ہے، کلی نہیں یعنی مطلب یہ ہے کہ یہ رخصت افراد کے لیے خاص ہے، ساری امت کے لیے عام نہیں ہے، اس بنا پر ساری امت کے لیے جائز نہ ہوگا کہ وہ ظالم سلطان کے خوف سے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا چھوڑ دے، یہ یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا فرض کفایہ ہے، جسے امت کے اندر قائم رکھنا واجب ہے، چاہے اس میں جان ہی کیوں نہ چلی جائے کیا یہ معلوم نہیں ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے اور امت کے اندر اسے قائم رکھنا واجب ہے، چاہے یہ خون کے بہنے اور جانوں کی ہلاکت تک پہنچا دے۔ اس صورت حال میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا جہاد کی ایک قسم شمار ہوگی، جسے چھوڑنا امت کیلئے جائز نہ ہوگا، اگر چہ یہ بعض افراد کے قتل تک پہنچا دے۔

اور کبھی کبھی رخصت کو اختیار کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسے مجبوری کے عالم میں مردار کھانا، جہاں مجبور شخص اسے نہ کھانے کی صورت میں بھوک سے مر سکتا ہو اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اپنی جان کے قتل کا سبب بننے کی وجہ سے وہ گناہ گار ٹھہرے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ (النساء: ٢٩)

''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔''

نیز فرمایا:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرة: ١٩٥)

''اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔''

اس کا سبب یہ ہے کہ مُردار اور اس جیسی دیگر حرام اشیاء جیسے شراب صرف اس بنا پر حرام کی گئی ہیں کہ یہ جسم اور عقل کو بگاڑ دیتی ہیں، لیکن جب وہی جان کی حفاظت اور اسے ہلاکت سے بچانے کے لیے ناگزیر ہو جائیں تو انہیں تناول کرنا واجب ہو جاتا ہے، کیونکہ انسان یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اپنے آپ کو ہلاک کر دے یا جن حالات میں شریعت نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی اجازت دی ہے ان کے علاوہ کسی اور حالت میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے، کیونکہ وہ اپنے وجود کا حقیقی مالک نہیں ہے بلکہ وہ اس کے خالق کی ملکیت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے بطور امانت انسان کے پاس اسے رکھا ہے اور امانت کی حفاظت کرنے والے کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر امانت میں تصرف کرے اور رخصت کی یہ قسم یعنی جسے اختیار کرنا واجب ہے یہ وہی قسم ہے جسے حنفیہ اسقاط رخصت کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ اس قسم میں اصلی حکم ساقط ہو جاتا ہے اور مسئلہ میں صرف ایک حکم باقی بچتا ہے اور وہ ہے رخصت کو اختیار کرنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری بحث:

وضعی حکم کی اقسام

پہلا مطلب

سبب

۴۶۔ سبب لغت کے اندر اسے کہتے ہیں جس کے ساتھ کسی مقصود تک رسائی حاصل ہو، اور اصطلاح میں سبب وہ ہے جسے شارع کسی شرعی حکم کی پہچان کے لیے مقرر کر دے، اس انداز سے کہ جہاں وہ موجود ہوگا یہ حکم بھی موجود ہوگا اور جہاں وہ معدوم ہوگا تو یہ بھی معدوم ہوگا۔ [1]

اس بنا پر سبب کی اصطلاحی تعریف میں یہ کہہ دینا ممکن ہے کہ سبب ہر وہ امر ہے جس کی موجودگی کو شارع حکم کی موجودگی کی علامت اور اس کی عدم موجودگی کو حکم کی عدم موجودگی کی علامت مقرر کر دے، جیسے زنا سے حد کا واجب ہونا اور جنون سے تصرف پر پابندی کا لگنا، اور غصب سے غصب شدہ کی واپسی کا واجب ہونا اگر وہ موجود ہو اور اس کی مثل یا اس کی قیمت اگر وہ ہلاک ہو جائے اور جب زنا، جنون اور غصب ختم ہو جائے گا تو حد، پابندی، واپسی یا بدل بھی ختم ہو جائے گا۔

۴۷۔ سبب کی اقسام:

مکلّف کا فعل ہونے یا اس کا فعل نہ ہونے کے اعتبار سے سبب دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے۔

پہلی قسم: ایسا سبب کہ نہ وہ مکلّف کا فعل ہے اور نہ ہی وہ اس پر قادر ہے، لیکن اس کے باوجود جب وہ موجود ہوتا ہے تو حکم بھی موجود ہوتا ہے کیونکہ شارع نے حکم کی موجودگی اور عدم موجودگی اس کے ساتھ مربوط کر دی ہے جس سے وہ حکم کی موجودگی کی نشانی اور اس کے اظہار کی علامت ٹھہرا ہے، جیسے آفتاب کا ڈھلنا سبب ہے نماز ظہر کے واجب ہونے کا اور رمضان کے مہینے کا آنا سبب ہے روزوں کے واجب ہونے کا اور مجبوری سبب ہے مردار کے کھانے کے مباح ہونے کا اور جیسے جنون اور صغر سنی تصرف پر پابندی لگنے کا سبب ہے۔

دوسری قسم: ایسا سبب جو کہ مکلّف کا فعل ہے اور وہ اس پر قادر ہے جیسے سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا اور قتل عمد کی وجہ سے قصاص کا واجب ہونا اور مختلف قسم کی سودا بازیاں اور

---

[1] المستصفى للغزالي: ١/٩٣-٩٤، الآمدي: ١/١١ و ما بعدها.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصرفات کی وجہ سے ان کے اثرت کا مرتب ہونا جیسے خریدنے کی وجہ سے خریدی گئی چیز کی ملکیت کا خریدار کے لیے ثابت ہونا اور اس کے لیے اس چیز سے فائدہ اٹھانے کا مباح ہونا۔

اور سبب کی یہ قسم یعنی جو مکلّف کا فعل ہو اس پر ہم دو طرح سے نظر ڈالتے ہیں۔

پہلی نظر: اس کے مکلّف کا فعل ہونے کے اعتبار سے ہے چنانچہ وہ تکلیف کے خطاب میں داخل ہوگی اور اس پر تکلیف کے احکام جاری ہوں گے اور اس کا کرنا مطلوب ہوگا یا نہ کرنا مطلوب ہوگا۔ یا اس میں اختیار دیا گیا ہوگا۔

دوسری نظر: اس اعتبار سے کہ شارع نے اس پر دیگر احکام مرتب کیے ہیں اس بنا پر وہ وضعی حکم کی اقسام میں شمار ہوگا۔ (1) نکاح تب واجب ہوگا جب زنا میں وقوع کا خوف ہوگا اور بندہ نکاح کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہوگا اور وجوب تکلیفی حکم ہے اور نکاح سبب ہوگا حق مہر، نان نفقہ اور وراثت جیسے تمام شرعی آثار کے مرتب ہونے کا اور سببیت وضعی حکم ہے۔

جان بوجھ کر ظلم و زیادتی سے قتل کرنے کا ترک حتمی طور پر مطلوب ہے اور یہ تکلیفی حکم ہے اور وہ قصاص کے وجوب کا سبب بھی ہے اور یہ وضعی حکم ہے۔

تجارت مباح ہے اور یہ تکلیفی حکم ہے اور وہ بیچنے والے کیلئے قیمت کی ملکیت کے ثبوت کا اور خریدنے والے کیلئے چیز کی ملکیت کے ثبوت کا سبب ہے اور یہ وضعی حکم ہے۔

۴۸۔ سبب پر جو کچھ مرتب ہوتا ہے اس کے اعتبار سے بھی اس کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: ایسا سبب جو تکلیفی حکم والا ہو جیسے سفر کی وجہ سے روزہ چھوڑنا اور نصاب کی ملکیت کی وجہ سے زکوٰۃ کا واجب ہونا۔

دوسری قسم: ایسا سبب جس کا حکم مکلّف کے فعل کا اثر ہو، جیسے تجارت کی وجہ سے چیز کی ملکیت کا خریدار کے لیے ثابت ہونا اور وقف کی وجہ سے وقف کرنے والے کی ملکیت کا زائل ہونا اور نکاح کی وجہ سے خاوند بیوی کا ایک دوسرے کے لیے حلال ہونا اور طلاق کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان حلت کا زائل ہونا۔

۴۹۔ اسباب کا نتائج سے مربوط ہونا:

نتائج اپنے اسباب پر تب مرتب ہوتے ہیں جب ان کے اسباب پائے جائیں اور اسباب

(1) الشاطبی: ١/١٨٨.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شرعی طور پر ثابت شدہ ہیں کیونکہ ان پر احکام مرتب ہوتے ہیں، چنانچہ قرابت وراثت کا سبب ہے اور وراثت کی شرط، وراثت چھوڑنے والے کی موت ہے اور حقیقی یا حکمی طور پر وارث کی زندگی کا ثابت ہونا ہے اور وراثت کے لیے مانع موت کا قتل عمد سے ہونا یا دین کا مختلف ہونا ہے تو جب اس کا سبب موجود ہوگا اور اس کی شرطیں پوری ہوں گی اور مانع نہ ہوگا تو سبب پر اس کا اثر مرتب ہو جائے گا اور وہ ہے میراث۔

اثرات کا اپنے شرعی اسباب پر مرتب ہونا شارع کے حکم سے ہوتا ہے اس میں مکلّف کی رضا یا عدم رضا کا دخل نہیں ہوتا اور شارع ہی وہ مقتدر ہستی ہے جو اسباب کو ان کے اثرات تک پہنچانے والے بناتی ہے، خواہ مکلّف ان کا ارادہ کرے یا ارادہ نہ کرے ان پر راضی ہو یا راضی نہ ہو چنانچہ بیٹا باپ کا وارث ہے کیونکہ بیٹا ہونا میراث کا سبب ہے جو شارع کے حکم سے مقرر ہوا ہے، چاہے وارث چھوڑنے والا اسے نہ چاہتا ہو یا وارث رد کر دے اور جو اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ بیوی کو حق مہر نہیں دے گا یا اسے نان ونفقہ نہیں دے گا یا وہ ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے تو اس کی شرط لغو ہوگی۔ اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی، کیونکہ شارع نے ہی نکاح کے عقد پر ان اثرات کے مرتب ہونے کا حکم دیا ہے، لہٰذا بیوی کا حق مہر واجب ہوگا اور اس کا نان نفقہ لازم ہوگا اور دونوں ایک دوسرے کے وارث بھی ہوں گے۔

باقی اسباب بھی اسی طرح ہی ہیں، شرعی طور پر ان کے جو اثرات مقرر ہیں وہ ان تک پہنچائیں گے اگرچہ مکلّف ان کو نہ چاہتا ہو۔ www.KitaboSunnat.com

۵۰۔ سبب اور علت:

شارع جس چیز کو حکم کے وجود یا عدم وجود پر علامت بنا دے وہ چیز یا تو حکم میں موثر ہوگی اس معنی میں کہ عقل اس چیز کے اور حکم کے درمیان مناسبت کی وجہ کو معلوم کر لے گی یا چیز کی حکم کے ساتھ مناسبت مخفی ہوگی کہ عقل اسے معلوم نہیں کر سکتی، اگر پہلی بات ہو تو اسے علت کا نام دیا گیا ہے، جس طرح اسے سبب کا نام دیا گیا ہے اور اگر دوسری بات ہو تو اسے فقط سبب کا نام دیا گیا ہے اور علت کا نام نہیں دیا گیا اور یہ بات اہل اصول کے ایک فریق کی رائے کے مطابق ہے۔

پہلی چیز کی مثال: سفر کی وجہ سے روزہ کے افطار کا مباح ہونا، نشہ کی وجہ سے شراب کا حرام ہونا اور کم عمری کی وجہ سے کسی بندے کا نوعمر کا ولی بننا، ان مسائل میں سبب اور حکم کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان مناسبت کی وجہ عقل معلوم کر سکتی ہے، چنانچہ سفر میں مشقت کا گمان موجود ہے لہٰذا سفر کے مناسبت رخصت ہے، نشہ عقلوں کو خراب کرتا ہے لہٰذا نشہ کی مناسبت سے شراب حرام ہوگی تاکہ عقلیں فساد سے محفوظ رہیں اور کم عمری کی حالت میں نوعمر ان تصرفات سے واقفیت نہیں رکھتا جو اس کے لیے فائدہ مند ہوں لہٰذا کم عمری کی مناسبت سے اس پر ولی کا حکم چلے گا تاکہ اس کی مصلحت یقینی ہو اور نقصان سے اس کا بچاؤ ہو۔

اس بنا پر ان مسائل میں سفر، نشہ اور کم عمری میں سے ہر ایک کو ان احکام کے لیے سبب اور علت سمجھا جائے گا جو احکام اس کے ساتھ مربوط ہوں گے۔

دوسری چیز کی مثال: یعنی جس کی حکم کے ساتھ مناسبت معلوم نہ ہو سکی روزوں کے وجوب کے لیے ماہ رمضان کا موجود ہونا، چنانچہ سبب جو کہ ماہ رمضان کی موجودگی ہے اور روزوں کے وجوب کے درمیان مناسبت کی وجہ عقل معلوم نہیں کر سکتی اور اسی طرح سورج کا غروب ہونا نماز مغرب کے وجوب کا سبب ہے لیکن اس سبب کے اور نماز مغرب کے وجوب کے حکم شرعی کے درمیان مناسبت کی وجہ عقل نہیں جان سکتی۔ تو اس بنا پر ماہ رمضان کی موجودگی کو اور سورج کے غروب کو صرف سبب کے نام سے موسوم کیا جائے گا، علت کے نام سے موسوم نہیں کیا جائے گا لہٰذا ہر علت سبب ہے لیکن ہر سبب علت نہیں ہے۔

اہل اصول کے دوسرے فریق کی رائے یہ ہے کہ علت کا نام صرف اسی چیز تک محدود ہے جس چیز کے حکم کی مناسبت معلوم ہو جائے اور سبب کا نام صرف اسی چیز تک محدود ہے جس چیز کے حکم کی مناسبت معلوم نہ ہو سکے، لہٰذا علت کا نام سبب اور سبب کا نام علت نہیں ہو سکتا۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ اختلاف معمولی ہے پہلا فریق جو کہ علت کے سبب کے معنیٰ میں داخل ہونے کا قائل ہے وہ علت اور سبب کو اس اعتبار سے سبب کے نام میں اکٹھا کر دیتا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک حکم کی علامت ہے اور حکم کی مناسبت کے اعتبار سے دونوں میں تفریق کر دیتا ہے اور مناسب (یعنی جس کے حکم کی مناسبت معلوم ہو) کا نام علت رکھتا ہے اور غیر مناسب کا نام علت نہیں رکھتا (بلکہ سبب رکھتا ہے اور یہی دوسرے فریق کی رائے ہے) اور اگر دونوں باقی ہوں گے تو وہ سبب کا نام اٹھا لیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دوسرا مطلب:

شرط

۵۱۔ شرط عربی زبان میں لازمی علامت کو کہتے ہیں۔

اور اصطلاح (اصول فقہ کی زبان) میں کسی چیز جس کا وجود موقوف چیز کے وجود پر ہو اسے شرط کہتے ہیں اور وہ چیز کی حقیقت سے خارج ہوتی ہے اور نہ اس کی موجودگی سے چیز کی موجودگی لازم آتی ہے، لیکن اس کی عدم موجودگی سے اس چیز کی عدم موجودگی لازم آتی ہے۔ [1]

اور چیز کی موجودگی سے مراد: اس کی وہ شرعی موجودگی ہے جس پر شرعی اثرات مرتب ہو سکیں، جیسے نماز کے لیے وضو ہے اور نکاح کے عقد کے لیے دو گواہوں کی موجودگی ہے۔

وضو اس شرعی نماز کے وجوب کے لیے شرط ہے جس نماز پر صحت، کفایت اور ذمہ کی براءت کے شرعی اثرات مرتب ہوتے ہیں، حالانکہ وضو نماز کی حقیقت و ماہیت کا حصہ نہیں ہے اور کبھی وضو موجود ہوتا ہے لیکن نماز موجود نہیں ہوتی۔

نکاح کے عقد میں دو گواہوں کی موجودگی نکاح کے شرعی وجود کے لیے شرط ہے اس حیثیت سے کہ وہ اپنے احکام سے پیروی کا مطالبہ کر سکے اور اس پر اس کے اثرات مرتب ہو سکیں۔ لیکن دونوں گواہوں کی موجودگی نکاح کے عقد کی حقیقت و ماہیت کا جزء نہیں ہے اور کبھی دونوں گواہ موجود ہوتے ہیں لیکن نکاح کا وجود نہیں ہوتا۔

۵۲۔ شرط اور رکن:

شرط اور رکن دونوں اس جہت سے متحد ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر چیز کی موجودگی اپنی شرعی موجودگی کے اعتبار سے قائم ہوتی ہے لیکن دونوں اس بات میں مختلف ہیں کہ شرط چیز کی حقیقت و ماہیت سے باہر ہوتی ہے اور جہاں تک رکن ہے تو وہ چیز کی حقیقت و ماہیت کا حصہ ہوتا ہے، جیسے رکوع نماز کے اندر ہے تو وہ نماز کا رکن ہے کیونکہ وہ اس کی حقیقت کا جزء ہے اور نماز کی شرعی موجودگی اس کے بغیر ثابت نہیں ہوتی اور وضوء نماز کی صحت کے لیے شرط ہے کیونکہ اس کے بغیر نماز کی موجودگی ہی نہیں ہے لیکن وضوء نماز کی حقیقت سے باہر کی چیز ہے۔

---

[1] المحلاوی: ۲۵۶.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور جیسے نکاح کے عقد میں ایجاب وقبول ہے ان دونوں میں سے ہر ایک نکاح کا رکن ہے اس لیے کہ یہ اس کی حقیقت کا جزء ہیں اور دو گواہوں کی موجودگی نکاح کی صحت کے لیے شرط ہے لیکن یہ اس کی حقیقت سے باہر ہے۔

۵۳۔ شرط اور سبب:

شرط اور سبب دونوں اس جہت سے متحد ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسری چیز کے ساتھ اس حیثیت سے مربوط ہوتا ہے کہ وہ چیز اس کے بغیر نہیں پائی جاتی اور ان دونوں میں سے کوئی بھی اس کی حقیقت کا جزء نہیں ہوتا۔

اور دونوں اس بات میں مختلف ہیں کہ سبب کی موجودگی نتیجہ کی موجودگی کو لازم ہوتی ہے سوائے اس کے کہ مانع آ جائے اور سبب کا اپنے نتیجہ تک پہنچانا شارع کی جانب سے مقرر ہوتا ہے۔ رہی شرط تو اس کی موجودگی اپنے سے مشروط چیز کی موجودگی کو لازم نہیں ٹھہراتی۔

۵۴۔ شرط کی اقسام:

شرط اس حیثیت سے کہ اس کا تعلق سبب سے ہو یا نتیجہ سے، دو قسموں میں منقسم ہے۔ (سبب والی شرط اور نتیجہ والی شرط)

پہلی قسم: وہ ہے جو سبب کو مکمل کرتی، اس کی سببیت کے معنیٰ کو تقویت دیتی ہے اور سبب پر اس کے اثر کو مرتب ہونے والا بناتی ہے، جیسے جان بوجھ کر اور ظلماً، یہ اس قتل میں شرط ہے جو قتل، قاتل سے قصاص لینے کے واجب ہونے کا سبب ہے اور چوری شدہ مال کا حفاظت میں ہونا ہے، یہ اس چوری میں شرط ہے جو چوری چور کے اوپر حد کے واجب ہونے کا سبب ہے اور مال کے نصاب (مقررہ مقدار) پر سال بھر کا گزرنا، یہ اس نصاب کیلئے شرط ہے جو نصاب زکوٰۃ کے واجب ہونے کا سبب ہے اور نکاح کے عقد میں گواہی، یہ عقد نکاح کو ایسا سبب بنانے میں شرط ہے جس پر شرعی آثار مرتب ہوتے ہیں۔

دوسری قسم: نتیجہ والی شرط: جیسے وارث چھوڑنے والے کی حقیقی یا حکمی موت اور اس کی موت کے وقت وارث کا زندہ ہونا، تو یہ دونوں اس وراثت کے لیے دو شرطیں ہیں جس وراثت کا سبب قرابت یا زوجیت یا عصوبت ہے۔

۵۵۔ شرط اپنے لگائے جانے کے مصدر کے اعتبار سے شرط شرعی اور شرط وضعی میں منقسم ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعی شرط: وہ ہے جو شارع کی طرف سے صادر ہو یعنی چیز کو ثابت کرنے کے لیے اس شرط کو شارع نے ہی مقرر کیا ہو، اس کی مثال مال کی سپرد داری کے لیے بچے کا سن رشد (سمجھداری کی عمر) کو پہنچنا ہے اور اسی کی مثل وہ تمام شروط ہیں جنہیں شارع نے عقدوں، تصرفات، عبادتوں اور جرائم میں لگایا ہے۔

وضعی شرط: وہ ہے جو مکلّف کے ارادے سے صادر ہو جیسے وہ شروط جنہیں لوگ اپنے عقدوں اور تصرفوں میں ایک دوسرے پر لگاتے ہیں یا جیسے مکلّف اپنے اس تصرف میں ان کو لگا لے جس تصرف کے ارادے میں وہ اکیلا ہی اختیار کا مالک ہے جیسے وقف کرنا اور اس شرط کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: وہ ہے جس پر عقد کا وجود قائم ہو، اس معنیٰ میں کہ مکلّف نے عقد کے ثبوت کو اس شرط کے پورا ہونے پر معلق کر دیا ہے جس شرط کو اس نے لگایا ہے اور اسی بنا پر یہ سبب کی شرط میں سے ہے، جیسے کفالت کو قرض لینے والے کا اس کی ادائیگی کرنے سے عاجز ہو جانے پر معلق کرنا، یا جیسے طلاق کا کسی معاملے پر معلق کر دینا جیسے خاوند بیوی سے کہے کہ اگر تو نے چوری کی تو تجھے طلاق ہے۔

شروط کی اس قسم کا نام شرط معلق ہے اور جو عقد اس شرط پر مشتمل ہو اس کا نام عقد معلق رکھا گیا ہے، اور ہر عقد اور ہر تصرف معلق کیے جانے کو قبول نہیں کرتا۔

ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کا شرط پر معلق کرنا درست نہیں ہو سکتا اور یہ ایسے مالک بنانے والے عقد ہیں جو عین چیز کی ملکیت کا یا نفع کی ملکیت کا عوض کے ساتھ یا بغیر عوض کے فائدہ دیتے ہیں۔ عقد نکاح اور خلع بھی اسی قسم کے تابع ہیں۔ [1] اور کچھ ان میں سے (یعنی عقدوں اور تصرفات میں سے) وہ ہیں جو شرط ملائم پر تعلیق (موقوف کرنے) کو قبول کرتے ہیں، جیسے فروخت کردہ چیز کے حقوق ملنے کی شرط پر قیمت کی ادائیگی کی ضمانت دینا۔

اور عقود (معاملات) میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ جن کا کسی بھی قسم کی شرط پر موقوف کرنا

---

[1] ہماری رائے میں شرط معلق ملکیت دلانے والے عقدوں میں بھی جائز ہے، جب کوئی ایسی جگہ ہو کہ جہاں اس کی ضرورت ہو، یا اس میں کوئی مصلحت ہو یا وہ ناگزیر ہو، دیکھئے اعلام الموقعین لابن القیم: ۳/۲۸۸ اور اس مقام پر کچھ آثار ہیں جو ہماری کہی ہوئی بات پر دلالت کرتے ہیں۔ دیکھئے نیل الاوطار: ۶/۱۰۰.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست ہوتا ہے اگر چہ وہ شرط غیر ملائم ہی ہو، جیسے وکالت اور وصیت ہے۔

دوسری قسم: عقد (معاملے) سے ملی ہوئی شرط جیسے نکاح اس شرط پر ہو کہ خاوند بیوی کو اس کے شہر سے منتقل نہیں کرے گا، یا نکاح اس شرط پر ہو کہ بیوی کو طلاق کا حق حاصل ہوگا اور اس شرط پر بیچنا کہ خریدار قیمت کا ضامن پیش کرے گا یا اس شرط پر کہ بیچنے والا فروخت کردہ گھر میں ایک سال کی مدت تک رہائش رکھے گا۔

اور فقہاء معاملات میں شرطیں لگانے کے جواز میں مختلف ہیں ان میں سے بعض نے تنگی کی ہے اور بعض نے کشادگی کی ہے اور بعض ان دونوں کے درمیان ہیں۔

تنگی کرنے والے: مکلّف کے ارادہ کو کالعدم قرار دیتے ہیں اور عقود (معاملات) اور شروط میں اصل تحریم (حرام قرار دینے) کو ٹھہراتے ہیں سوائے اس کے کہ جب شرعی نص اباحت کے ساتھ وارد ہو اور یہ ظاہر یہ اور ان کے پیروکاروں کی رائے ہے۔

کشادگی کرنے والے: مکلّف کے ارادے کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں اور عقود ( ) اور شروط کے باب میں اس کو بہت بڑی دلیل قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک شروط اور عقود میں اصل اباحت ہے سوائے اس کے جب تحریم کی نص وارد ہو اور یہ حنابلہ اور ان کے پیروکار کی رائے ہے اور اس باب میں حنابلہ کے سب سے زیادہ کشادگی والے ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں۔

اور فریقین کی دلیلوں کی تفصیل اور ان سے نقد و بحث کی یہاں گنجائش نہیں ہے اور یہاں عجلت کے پیش نظر ہمیں اتنا کہنا ہی کافی ہوگا کہ راجح قول کشادگی والوں کا ہے تنگی والوں کا نہیں ہے۔ [1]

---

[1] دیکھئے فتاوی ابن تیمیہ: ۳/۳۳۲ و ما بعدھا اور اسی طرح نظریۃ العقد: ص ۱۴ و ما بعدھا. حنفیہ نے شروط کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے (۱) شرط صحیح، وہ ہے جو عقد کے تقاضے کے موافق ہو یا اس کی تاکید کرتی ہو، یا شریعت نے اس کی اجازت دی ہو۔ (۲) شرط فاسد، وہ ہے جس میں عقد کے جانبین میں سے ایک کا یا ان دونوں کے علاوہ کسی تیسرے کا فائدہ ہو، اور وہ صحیح کی قسم سے نہ ہو۔ (۳) شرط باطل، وہ ہے جس میں نہ صحیح کا مفہوم موجود ہو اور نہ فاسد کا مفہوم موجود ہو، جیسے کوئی اپنے گھر کو اس شرط پر فروخت کرے کہ اس میں کوئی رہائش اختیار نہیں کرے گا اور شرط فاسد عقد کو فاسد کرتی ہے اور شرط باطل کالعدم ہے لیکن عقد صحیح ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا مطلب:

مانع

۵۶۔ تعریف:

مانع وہ ہے جس کی موجودگی پر شارع نے حکم کی یا سبب کی عدم موجودگی یعنی اس کے بطلان کو مرتب کیا ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں حکم کا مانع اور سبب کا مانع۔ ❶

پہلی قسم: حکم کا مانع: وہ ہے جس کی موجودگی پر حکم کی عدم موجودگی مرتب ہو۔ باوجود اس کے کہ اس کا سبب اپنی شرطوں سمیت موجود ہو۔

مانع صرف اس لیے حکم کے وجود کے سامنے حائل ہوتا ہے کہ اس میں ایسا معنیٰ ہے کہ اس میں اور حکم کی حکمت میں اتفاق نہیں ہو سکتا، یعنی حکم سے جو غرض و غایت مقصود ہے وہ پوری نہیں ہو سکتی، جیسے ولدیت قصاص لینے سے مانع ہے۔ چنانچہ جب باپ اپنے بیٹے کو جان بوجھ کر ظلم و زیادتی سے قتل کر دے تو اس کے قصاص میں باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا اگرچہ اس پر دیت کی ادائیگی لازم ہوگی، کیونکہ قصاص کی حکمت باز رکھنا اور ڈرانا دھمکانا ہے اور ولدیت میں بیٹے کے لیے جو محبت و شفقت اور مہربانی پائی جاتی ہے وہی اس کو اس اقدام سے روکنے اور باز رکھنے کے لیے کافی ہے اس لیے باپ پر قصاص واجب کرنے سے قصاص کی حکمت اور اس کا مقصد حاصل نہیں ہوتا، جو کہ ڈرانا دھمکانا اور باز رکھنا ہے اور باپ جان بوجھ کر ظلم و زیادتی سے اپنے بیٹے کے قتل کا اقدام نہیں اٹھا سکتا سوائے کسی ایسی شاذ حالت میں کہ وہاں قصاص کا کوئی داعیہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہاں اسے استثناء دیئے جانے کا محرک موجود ہوتا ہے۔ ❷ اسی طرح بیٹے کی زندگی کا سبب باپ ہے تو اب بیٹا باپ کی سزائے موت کا سبب نہیں ہونا چاہیے۔ ❸

دوسری قسم: سبب کا مانع: وہ ہے جو سبب پر اس حیثیت سے اثر انداز ہوتا ہے کہ سبب کے عمل کو باطل کر دیتا ہے اور اس کے نتیجہ کے تقاضے کے سامنے دیوار بن جاتا ہے کیونکہ

---

❶ الآمدی: ۱/ ۱۸۵.

❶ یہ جمہور کی رائے ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے کہ والد کو بچے کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔

❷ اس دلیل کی مخالفت میں کہا جا سکتا ہے کہ باپ کی سزائے موت کا سبب اس کا اپنا فعل ہے، لہٰذا وہ علت جو ہم نے اس سے پہلے ذکر کی ہے وہ اس اعتراض سے سلامت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانع میں ایسا مضمون ہوتا ہے جو سبب کی حکمت کے منافی ہوتا ہے اس کی مثال ایسا قرض ہے جو زکوٰۃ کے نصاب میں کمی واقع کر دے۔ نصاب (مقررہ مقدار) وجوب زکوٰۃ سبب ہے کیونکہ نصاب کی ملکیت میں مال داری کا گمان موجود ہے اور مال دار محتاجوں کی مدد پر قادر ہے لیکن زکوٰۃ کے سبب میں جس معنیٰ کو ملحوظ رکھا گیا (اور وہ ہے مال داری) قرض کے مخالف ہے اور اسے ختم کر رہا ہے کیونکہ قرض کے بالمقابل جو نصاب کے مالک کا مال ہے وہ درحقیقت اس کی ملکیت نہیں ہے لہٰذا نصاب کی ملکیت میں مال داری کا گمان نہ رہا، لہٰذا نصاب میں وہ مضمون بھی نہ رہا جس کی وجہ سے وہ زکوٰۃ کا سبب بنا تھا اور نتیجہ کے طور پر وہ ایسا سبب نہ رہا جو اپنے مسبب تک پہنچا تا جو کہ وجوب زکوٰۃ ہے۔

اس کی ایک اور مثال: وارث کا اس شخص کو قتل کر دینا جس کا وہ وارث بنا ہے تو یہ قرابت وغیرہ ان اسباب کے لیے اس بات سے مانع ہو گا کہ وہ اپنے موقع و محل پہ جاری ہو سکیں اور اپنے نتیجہ تک جو کہ وارث بننا ہے پہنچا سکیں، کیونکہ اس مانع میں ایسی بات ہے جو اس بنیاد کو ختم کر دیتی ہے جس پر وراثت قائم ہے اور وہ بنیاد یہ تھی کہ وارث مرنے والے کا خلیفہ (نائب) سمجھا جائے گا۔ اور ان دونوں کے درمیان دائمی نصرت وحمایت اور دوستی جو ہوا کرتی تھی، تو یہ باتیں کسی صورت میں بھی قتل کے اس جرم سے میل نہیں کھاتیں جس نے ان باتوں کو ختم کر ڈالا۔

اس کی ایک اور مثال: دین کا یا دار (دار الاسلام اور دار الکفر) کا مختلف ہونا، یہ دونوں بھی سبب (وراثت کے سبب) کے لیے مانع ہیں۔ [1]

مانع اس حیثیت سے کہ وہ مانع ہے تکلیف (پابندی) کے خطاب (پیغام) میں داخل نہیں ہے، اس لیے اس کے حصول یا عدم حصول میں شارع کا کوئی قصد اور ارادہ نہیں ہوتا، شارع کا مقصود صرف اور صرف مانع کے پائے جانے پر سبب کے حکم کا اٹھ جانا یا نتیجہ کے بطلان کو بتلانا ہوتا ہے، چنانچہ جب مکلّف کے پاس زکوٰۃ کا نصاب ہو تو اس سے اس کے ذمہ قرض کی ادائیگی

---

[1] وارث کے اپنے وارث بنانے والے کو قتل کرنے کو اور دین یا دار کے اختلاف کو وراثت کے سبب کے لیے مانع قرار دینا یہ بعض کا مذہب ہے اور بعض دیگر نے ان کو حکم کا مانع قرار دیا ہے، سب کا نہیں لیکن انہیں سبب کا مانع اعتبار کرنا زیادہ درست ہے اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا تاکہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو، اسی طرح نصاب کے مالک کے لیے ممنوع ہوگا کہ وہ قرضہ دے تاکہ اس پر زکوٰۃ نہ لگ سکے۔

لیکن مکلّف کے لیے شرعی احکام سے بھاگنے کی خاطر کسی مانع کو ایجاد کر لینا جائز نہ ہوگا۔ اس لیے کہ یہ حیلہ سازی (دھوکہ دہی) ہے جس کے ذریعہ اسلامی شریعت میں کچھ بھی حلال نہیں کیا جا سکتا اور ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔ جیسے کوئی شخص زکوٰۃ سے بچنے کی خاطر اپنے مال کا کچھ حصہ سال گزرنے سے پہلے اپنی بیوی کو ہبہ کر دے تاکہ زکوٰۃ کا نصاب (مقررہ مقدار سے) کم ہو جائے، پھر سال گزرنے کے بعد اس سے مال واپس لے لے۔ [1]

[1] الشاطبی: ۱/۲۸۸-۲۸۹.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ